احیائے اسلام اور امنِ عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

مئی 2015ء

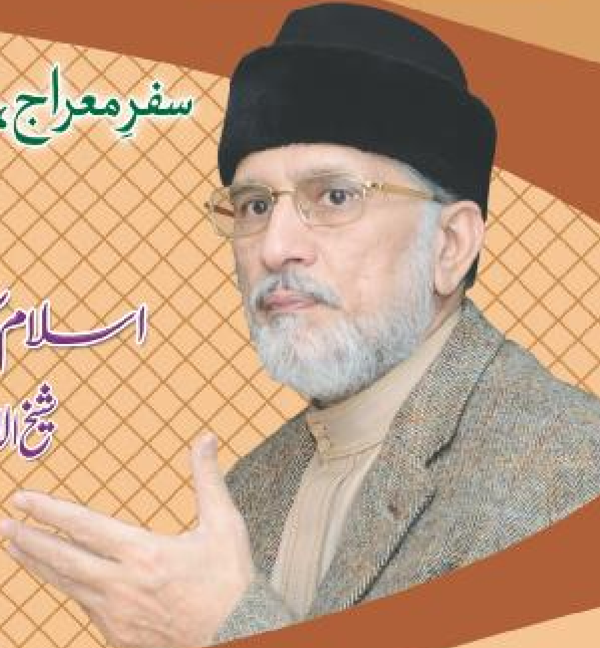

سفرِ معراج، طورِ سینا اور حقیقتِ مصطفی ﷺ

اسلام کا تصورِ علم اور ہمارا تعلیمی نظام

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خصوصی خطاب

افسوسناک مذہبی و دعوتی روّیے

حکمرانوں کے دلفریب نعروں کی حقیقت

تحریک اور اس کے جملہ فورمز کے انتخابات

کارکنان کا موجودہ مرکزی قیادت پر بھرپور اعتماد کا اظہار

پاکستان عوامی تحریک کے زیر اہتمام عالمگیر ورکرز کنونشن

سانحہ ماڈل ٹاؤن: پاکستان عوامی تحریک فیصل آباد کی احتجاجی ریلی

مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ کے زیر اہتمام امن کانفرنس

منہاج القرآن علماء کونسل کے زیر اہتمام سیمینار ''انسداد دہشت گردی کے لیے علماء و مشائخ کی خدمات''

عوامی تحریک یوتھ ونگ کے زیر اہتمام آل پارٹی یوتھ امن سیمینار

ڈاکٹر حسن محی الدین القادری کا ''ورلڈ حلال سمٹ'' کوالالمپور ملائشیا میں خطاب

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جلد 29 شمارہ 5 / رجب / شعبان ۱۴۳۶ھ / مئی 2015ء

بفیضانِ نظر
قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیر سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ

www.facebook.com/minhajulquran
www.minhaj.info mqmujallah@gmail.com

حسن ترتیب

اداریہ۔ یمن کا قضیہ اور پاکستان کا موقف		4
(القرآن)۔ اسلام کا تصورِ علم اور ہمارا تعلیمی نظام	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری	6
(الفقہ)۔ آپ کے دینی مسائل	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	15
سفر معراج، طور سینا اور حقیقت مصطفی ﷺ	ڈاکٹر حسن محی الدین قادری	18
افسوسناک مذہبی و دعوتی رویے	ڈاکٹر نعیم مشتاق	26
صلاحیتوں کی تجدید	شفاقت علی شیخ	32
PAT کے زیر اہتمام عالمگیر ورکرز کنونشن	رپورٹ	39
حکمرانوں کے دلفریب نعروں کی حقیقت	عین الحق بغدادی / نوراللہ صدیقی	44
سانحہ ماڈل ٹاؤن کے خلاف فیصل آباد میں احتجاجی ریلی		49
تحریکی سرگرمیاں		50

چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری

ایڈیٹر
محمد یوسف

اسسٹنٹ ایڈیٹر
محمد شعیب بزمی

مجلس مشاورت
صاحبزادہ فیض الرحمن درانی، خرم نواز گنڈاپور
ڈاکٹر رحیق احمد عباسی، شیخ زاہد فیاض
جی ایم ملک، سرفراز احمد خان، منظور حسین قادری
غلام مرتضیٰ علوی، قاضی فیض الاسلام، فرح ناز

مجلس ادارت
علامہ محمد معراج الاسلام، مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی
پروفیسر محمد نصراللہ معینی، ڈاکٹر طاہر حمید تنولی

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام
خطاطی: محمد اکرم قادری
عکاسی: محمود الاسلام قاضی

قیمت فی شمارہ: 25 روپے
سالانہ زرتعاون: 250 روپے

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ و ریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ

اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک منہاج القرآن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

فون: UAN: 111-140-140 فیکس: 35168184

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور

حمد باری تعالیٰ

الٰہی واسطہ خیرالوریٰؐ کا
بھرم رکھ لے تو میری التجا کا

تہی دامن مرا رحمت سے بھر دے
سوالی ہوں ترے جُود و سخا کا

گناہوں سے معافی مانگتا ہوں
اگرچہ مستحق ہوں میں سزا کا

میں ڈرتا ہوں تری ناراضگی سے
جو پُتلا ہوں سراسر میں خطا کا

ترے بندوں میں سب سے بُرا ہوں
سہارا ہے فقط تیری عطا کا

ترے گھر آؤں میں توفیق دے دے
سفر درپیش ہو حمدو ثنا کا

پکڑ کر میں غلافِ کعبہ چوموں
سفر مِٹ جائے میری ہر دعا کا

جہاں روتے تھے جاکر کملی والےؐ
بنوں زائر میں اُس غارِ حرا کا

جسے کہتے ہیں کعبے کا بھی کعبہ
دِکھا دے سبز گنبد مصطفیٰؐ کا

میں گھوموں ہر گلی شہرِ نبیؐ کی
مزا لوں خوب جنت کی ہوا کا

مدینہ دیکھ لے ہمدانی پہلے
بھلے آجائے پھر لمحہ قضا کا

﴿انجینئر اشفاق حسین ہمدانیؔ﴾

نعت بحضور سرورِ کونین ﷺ

اسریٰ کے آئینے میں ہے مدحت حضور کی
اللہ نے دکھائی ہے عظمت حضور کی

نور و بشر ہیں پردۂ ذاتِ محمدیؐ
معراج میں کھلی ہے حقیقت حضور کی

باندھے صفیں ہیں مقتدی سب انبیاء تمام
مانی ہے ہر کسی نے امامت حضور کی

آدمؑ ہوں ابراہیمؑ ہوں، موسیٰؑ ہوں یا مسیحؑ
ازل و ابد محیط رسالت حضور کی

جلتے ہیں جبرائیل کے پر جس مقام پر
ارفع ہے اُس مقام سے رفعت حضور کی

قوسین دے رہا ہے شہادت حضور کی
دو گام لامکاں ہے مسافت حضور کی

سرِّ دنیٰ کو پاسکے کیونکر خرد میری
اللہ ہی جانے، اللہ سے قربت حضور کی

محبوب کبریا کا تصرف تو دیکھیے
ہر گوشۂ زمیں پہ حکومت حضور کی

ہر گوشۂ زمیں کی حکومت پہ بس نہیں
کون و مکاں حضور کے، جنت حضور کی

معراج مصطفیٰؐ کے صدقے میں اے رضاؔ
ہم عاصیوں کو مل گئی نسبت حضور کی

﴿محمد نعیم رضا۔ آسٹریا﴾

یمن کا قضیہ اور پاکستان کا موقف

یمن کی موجودہ صورت حال نے پورے عالم اسلام کے لیے نئے خطرات اور آزمائشوں کا دروازہ کھول دیا ہے۔ مسلم دنیا میں دستوری و جمہوری سیاسی نظام کے فقدان، فرقہ واریت کے طوفان کی موجودگی اور مختلف ممالک میں مسلکی بنیاد پر غیر اعلانیہ گھمسان کے ماحول نے اس صورت حال میں جنم لینے والے خطرات کو مزید مہیب بنا دیا ہے۔ یمن کے حوثی قبائل کی طرف سے بغاوت کو کچلنے کی خاطر یمن پر حملہ کو اخلاقی جواز فراہم کرنے کے لیے سعودی عرب نے دعوی کیا کہ اُسے یمن کے حوثی قبائل کے خلاف کارروائی کے لیے پاکستان، مراکش، مصر، سوڈان اور خلیج تعاون کونسل کے رکن ممالک کی حمایت حاصل ہے۔ ضرورت پڑنے پر وہ یمن کے صدر عبدالرب منصور ہادی کی جانب سے مدد کی درخواست پر جنگ میں بھی حصہ لے سکتے ہیں۔ یمن قبائل کی بغاوت کو کچلنے کے لیے سعودی عرب کی طرف سے فضائی حملہ اگرچہ اس کا فطری ردعمل تھا مگر اس سے ہونے والے کلمہ گو مسلمانوں کے جانی و مالی نقصانات سے بے شمار سوالات اور معاملات سر اٹھا چکے ہیں۔

پاکستان کے لیے یہ صورت حال بہت نزاکت کی حامل ہے۔ پاکستانی حکمرانوں نے ہمیشہ کی طرح اس مسئلہ پر بھی عاقبت نااندیشانہ اور غیر سنجیدہ طرز عمل اختیار کیا۔ پاکستان کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ سنگین بحرانوں کے مرحلہ پر جعلی مینڈیٹ رکھنے والی نا اہل قیادت ملک پر مسلط ہے اور پاکستان تیزی کے ساتھ اپنے دوست کھوتا چلا جا رہا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ کا آغاز ہو یا برادر اسلامی ممالک کے درمیان با مقصد گفتگو ہر مرحلہ پر حکمران بدحواس پائے گئے جس کا نتیجہ ملک و قوم کو تقسیم و انتشار کی صورت میں بھگتنا پڑ رہا ہے۔ وزیر اعظم نے یمن کے معاملہ کی ابتداء ہوتے ہی اپنے آمرانہ طرز عمل کی وجہ سے اپنی کچن کیبنٹ اور کرائے کے مشیروں کے مشورہ سے یکطرفہ اعلان کرتے ہوئے سعودی حکومت کے ساتھ کھڑا ہونے کا اعلان کیا۔ ذاتی تعلقات نبھانے اور ''احسانات'' کا بدلہ دینے کے لئے وزیر اعظم کے اس اعلان کا نتیجہ آج پوری قوم شرمندگی، رسوائی اور دوسرے اسلامی ممالک کی دھمکیوں کی صورت میں بھگت رہی ہے۔ ان حکمرانوں کی اس سے بڑھ کر اور نا اہلی کیا ہوگی کہ بھائیوں کے درمیان مسائل کے حل میں بھی درست فکر اور سمت کا تعین نہ کر سکے۔ نالائق حکمرانوں نے اپنی غیر محتاط بیان بازی سے پہلے یمن میں مقیم پاکستانیوں کیلئے خطرات پیدا کئے اور اب اپنے رویے سے عرب ممالک میں مقیم لاکھوں خاندانوں کیلئے مشکلات کھڑی کر رہے ہیں۔ اس حساس معاملہ پر اپنا سرکاری مؤقف دیتے ہوئے ان حکمرانوں کو اس بات کو ملحوظ رکھنا چاہیے تھا کہ اگر ایک طرف سعودی عرب کے ساتھ ہمارے ایسے برادرانہ تعلقات جو آزمائش کی ہر گھڑی میں پورے اترے ہیں تو دوسری طرف ایران ہمارا ہمسایہ برادر ملک ہے اور اس کے ساتھ تعلقات کے نشیب و فراز کا اثر ہمارے علاقائی ماحول پر ہی نہیں بلکہ داخلی صورت حال پر بھی پڑتا ہے۔

وزیر اعظم کے اس بیان پر جب عوامی سطح پر احتجاج سامنے آیا تو پارلیمان کا مشترکہ اجلاس طلب کر لیا گیا۔ اس بحران میں تعاون کی حدود کے تعین کے لیے پارلیمان کا مشترکہ اجلاس بلا کر ایک بے جا بحث نے صورت حال کو مزید خراب کر دیا۔ قرارداد کے الفاظ اگرچہ متوازن تھے مگر پارلیمنٹ میں لگائے گئے تماشے نے عرب ممالک میں بے چینی کی کیفیت پیدا کر دی۔ اس اجلاس میں حکومتی وزیروں نے جو سیاسی تماشے کئے اس سے انکی حساس ترین ایشو پر سنجیدگی قوم کے سامنے آ گئی۔ یمن کے ایشو پر پاکستان میں گلی محلے کی سطح پر غیر ضروری مباحثہ کروا کر برادر اسلامی ملک سعودی عرب کو متنازعہ بحث کا موضوع بنایا گیا جس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔

پارلیمان کی مشترکہ قرارداد سامنے آئی تو اب کی بار احتجاج عرب ممالک کی طرف سے سامنے آیا۔ نااہل حکمران سٹپٹا کر رہ

گئے۔ جواب دینے کے لئے وزیر داخلہ میدان میں نکل آئے اور ایسا جواب دیا کہ جو شاید کبھی بھارت کو بھی نہ دیا ہو۔ مقام حیرت یہ ہے کہ آئی ایم ایف کے اشاروں پر اپنی معاشی پالیسیاں بنانے اور ملک چلانے والوں کو متحدہ عرب امارات کے وزیر کا بیان برا لگا، حالانکہ ہاتھوں میں کشکول لیے پوری دنیا سے بھیک مانگنے والے اور غیر ملکی مالیاتی اداروں کے احکامات پر غریب عوام پر مہنگائی کے چھرے چلا کر ان کی کھال کھینچنے والے کس خودی اور خودمختاری کی بات کرتے ہیں؟ وزیر داخلہ اور دفتر خارجہ کے متضاد موقف سے نہ صرف پوری قوم پریشان ہوئی بلکہ عالمی سطح پر بھی رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ ان حالات میں ایک مرتبہ پھر وزیر اعظم سامنے آتے ہیں اور اپنے، وزارت خارجہ، وزارت داخلہ کے بیانات اور پارلیمنٹ کی مشترکہ قرارداد کی وضاحتیں کرتے ہیں۔ الغرض ہر اہم ایشو کی طرح یہاں بھی وزیراعظم اور وزراء الگ الگ بولیاں بول رہے ہیں۔

ابھی پاکستان اس جنگ کا حصہ نہیں بنا مگر مذہبی جماعتوں نے ایک فریق کے حق میں مظاہروں کا آغاز بھی کر دیا ہے۔ گویا یہ اس جنگ کے مسلکی اور فرقہ وارانہ اثرات کے اظہار کا ایک ابتدائیہ ہے۔ ہم ابھی تک سابقہ ادوار کی سیاسی و مذہبی فرقہ واریت کے نتائج بھگت رہے ہیں۔ پاکستان کے لیے یہ قیمتی موقع تھا کہ وہ کسی ایک فریق کا حمایتی بننے کی بجائے قائدانہ کرادر ادا کرتا۔ پاکستان اور ترکی کی مصالحتی کوششیں اس بحران کے فرقہ وارانہ تاثر کو زائل کرنے اور مسلم امہ میں اتحاد کی بنیاد بن سکتی تھیں جس سے علاقے میں فرقہ واریت کے اس امکان کا اثر کم کیا جا سکتا تھا۔

جس ملک میں باقاعدہ وزیرخارجہ نہ ہو، جز وقتی وزیر دفاع ہو اور پارلیمنٹ میں مشترکہ قرارداد وزیرخزانہ کو پیش کرنی پڑے تو اس مملکت خداداد میں موجود نظام حکمرانی اور طرز سیاست پر ہر ذی شعور کا ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس ملک کو اتفاق فاؤنڈری کی طرح چلایا جارہا ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہرالقادری نے درست کہا کہ نااہل حکمرانوں نے بیک ڈور ڈپلومیسی سے نتیجہ خیز مفاہمتی کوششوں کا قیمتی موقع گنوا دیا اور اس حساس ایشو پر منافقت کا اظہار کیا۔ خارجہ پالیسی سے محروم حکمرانوں نے پاکستان کو بند گلی میں کھڑا کر دیا۔ موجودہ حکمران سے بڑھ کر عوام پاکستان کے لئے اور کیا ستم ظریفی ہوگی۔

ہوئے تم دوست جس کے، دشمن اس کا آسماں کیوں ہو۔

اس موقع پر اسلامی ممالک کے سکالرز، سیاسی دانشوروں اور سیاسی وسماجی حلقوں کو امت مسلمہ کو ایک تسبیح میں پرونے اور حقیقی معنوں میں امت واحدہ کے قالب میں ڈھالنے کیلئے اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ امت کے اتحاد کو سیاسی مفادات کی بھینٹ چڑھنے سے روکا جائے۔ اسلامی ممالک کے سربراہان سیاسی مسائل کا حل ڈھونڈنے کیلئے سر جوڑ کر بیٹھیں۔ عالم اسلام کو اتحاد اور اتفاق کی جتنی آج ضرورت ہے پہلے کبھی نہیں تھی۔

پاک فوج امت مسلمہ کا اثاثہ ہے، کسی مسلم ملک پر حملہ میں شرکت سنگین غلطی ہوگی البتہ مکہ اور مدینہ کی حرمت جان سے زیادہ عزیز ہے اور ان کی حفاظت کے لئے پاکستان میں کوئی دو آراء نہیں۔ ہماری رائے میں امت مسلمہ کو باہم سیاسی مسائل کو مسلک اور عقیدے سے الگ رکھنے کی ضرورت ہے ورنہ مسلکی تعصب کی آڑ میں عالم اسلام کو خانہ جنگی میں دھکیلنے کی اسلام دشمن عناصر کی سازش حقیقی روپ دھار سکتی ہے۔ حکمرانوں اور انکے وزراء کی بلاسوچے سمجھے بیان بازی کی وجہ سے شکوک وشبہات نے جنم لیا۔ حالات کتنے بھی سنگین ہوں موجودہ حکمران اپنی ذات کے خول سے باہر نہیں نکلتے اور نہ ہی ان میں دور تک دیکھنے کی صلاحیت اور اہلیت ہے۔ یمن خانہ جنگی کا شکار ہے، سعودی عرب، پاکستان، ایران، ترکی سمیت تمام بااثر اسلامی ممالک کو ملکر تمام متحارب فریقین کو ایک میز پر بٹھانا چاہیے اور مذاکرات کے ذریعے مسائل کا حل ڈھونڈنا چاہیے۔ فی الوقت انتخابات کے ذریعے نمائندہ حکومت کے قیام کو ترجیح دیتے ہوئے یمن کے عوام کی مدد کی جانی چاہیے اور انتخابات کے انعقاد کے لئے تمام فریقین کے لئے قابل قبول نگران سیٹ اپ کے قیام کے لئے ضروری اقدامات کرنا چاہیے۔ طاقت کے استعمال سے نہ ہم اپنے کسی خیر خواہ کی مدد کرینگے اور نہ ہی عالم اسلام کا مفاد طاقت کے استعمال میں ہے، اس سے صرف اور صرف اسلام کی دشمن قوتوں کو فائدہ پہنچے گا۔

اسلام کا تصورِ علم اور ہمارا تعلیمی نظام

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

مرتب: محمد یوسف منہاجین / معاون: محمد شعیب بزمی

علم اور تعلیم محض خواندگی کا نام نہیں اور نہ صرف پڑھ لکھ لینے کا نام ہے بلکہ اسلام میں اس کا ایک اعلیٰ و عظیم تصور ہے۔ محض پڑھنا لکھنا اور اس کے مختلف پیشہ وارانہ پہلوؤں (Professional Aspects) پر تھوڑا زیادہ حاوی ہوتے چلے جانا فی نفسہٖ مقصود بالذات نہیں ہے۔ حصول و فروغ علم اتنا بڑا مقصد ہے کہ اللہ رب العزت نے اولاً یہ منصب اپنی ذات کے لئے بیان کیا اور ثانیاً یہ منصب پیغمبر اسلام ﷺ کے لئے بیان کیا۔ صرف اسی بات سے یہ سمجھنا آسان ہوجاتا ہے کہ محض خواندگی اور پڑھنے لکھنے کے عمل کو تعلیم اور علم کا نام نہیں دیا جاسکتا بلکہ یہ ان تمام امور سے بلند و بالا اور ارفع چیز ہے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اَلرَّحْمٰنُ. عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ. عَلَّمَهُ الْبَيَانَ.

’’(وہ) رحمٰن ہی ہے۔ جس نے (خود رسولِ عربی ﷺ کو) قرآن سکھایا۔ اُسی نے (اس کامل) انسان کو پیدا فرمایا۔ اسی نے اِسے (یعنی نبیِّ برحق ﷺ کو ماکان و ما یکون کا) بیان سکھایا‘‘۔(الرحمن، ۵۵: ۱تا۴)

یہاں اللہ رب العزت نے اپنے آپ کو معلم فرمایا، علم اور تعلیم کو پھیلانا اپنا عمل اور اپنی سنت قرار دیا اور قرآن مجید کو علم کی کتاب قرار دیا ہے۔ اللہ رب العزت نے دوسرے مقام پر اپنے اس منصب کا ذکر حضور نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے بھی فرمایا:

وَاَنْزَلَ اللهُ عَلَيْکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ط وَکَانَ فَضْلُ اللهِ عَلَيْکَ عَظِيْمًا. (النساء:۱۱۳)

’’اوراللہ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہے اور اس نے آپ کو وہ سب علم عطا کر دیا ہے جو آپ نہیں جانتے تھے، اور آپ پر اللہ کا بہت بڑا فضل ہے‘‘۔

اللہ رب العزت نے حضور نبی اکرم ﷺ کو سارا علم عطا کیا اور خود معلم بن کر تعلیم کے عمل اور طریق سے گزارتے ہوئے انہیں نقطہ کمال تک پہنچایا نیز اس فروغ علم کے عمل اور طریق کو اللہ رب العزت نے فضلِ عظیم قرار دیا۔

تخلیقِ آدم پر اعتراضِ ملائکہ

جب حضرت سیدنا آدمؑ کی تخلیق سے انسانیت اور بشریت کی ابتداء ہوئی اور انہیں منصبِ خلافت پر سرفراز و فائز کیا گیا تو ملائکہ نے انسان کی بشری فطرت اور اس سرشت میں موجود خون ریزی، قتل و غارت گری اور فتنہ وفساد کے بنیادی جوہر کی نشاندہی کرتے ہوئے سوال کیا اور بالواسطہ طور پر خود اپنے آپ کو منصب و نیابت کا حقدار ٹھہرایا۔ فرشتوں کا کہنا تھا:

☆ (CD#1116)(10-12-1997)(قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد میں منعقدہ سیمینار سے خطاب)

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِکُ الدِّمَآءَ ج وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ.

’’کیا تُو زمین میں کسی ایسے شخص کو (نائب) بنائے گا جو اس میں فساد انگیزی کرے گا اور خونریزی کرے گا؟ حالاں کہ ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور (ہمہ وقت) پاکیزگی بیان کرتے ہیں‘‘۔ (البقرہ، ۲: ۳۰)

گویا فرشتوں نے اپنی حیثیت واضح کی کہ خلافت کے حقدار تو ہم ہیں کہ جن کے اندر خون ریزی اور فساد انگیزی جیسی کوئی چیز ہے ہی نہیں یعنی ہم تو سراپا امن، سلامتی اور عافیت ہیں۔ نیز یہ بھی کہ ہر وقت تیری تسبیح اور تیرا ذکر کرتے ہیں، لہذا ہمیں اپنی خلافت عطا کر۔ اس انسان کو خلافت دینے کی کیا وجہ ہے جن کے ہاتھوں سے خون بہے گا اور قتل و غارت گری ہوگی۔

حضرتِ آدمؑ کو عطاءِ علمِ کلّی کا مقصد

اللہ رب العزت نے ملائکہ کے اس سوال کو رد نہیں فرمایا۔ یہ نہیں کہا کہ اس کے ہاتھوں سے خون نہیں بہے گا، قتل و غارت اور فساد انگیزی نہیں ہوگی۔ اللہ رب العزت نے فرشتوں کی اس Observation اور Comments کو Reject نہیں کیا بلکہ فرمایا:

اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ.

’’میں وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے‘‘۔

یعنی تم نے اس کی سرشت کے اندر موجود مادہ کی بنیادی خصوصیات کو دیکھا کہ وہ اسے ایسا جری بنائیں گی کہ حق یا ناحق، غلط یا صحیح دونوں صورتوں میں وہ خونریزی کرے گا، مرے گا یا مارے گا، خون بہائے گا، اپنی جان دے دے گا، فساد انگیزی ہوگی، تمہاری نظر اس پہلو پر ہے لیکن یاد رکھو صرف یہی کچھ نہیں، اس کی حقیقت میں کچھ اور بھی ہے جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ وہ حقیقت کیا تھی؟ اگلی آیت مبارکہ میں اس سے بھی پردہ اٹھایا:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِيْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ.

’’اور اللہ نے آدم (علیہ السلام) کو تمام (اشیاء کے) نام سکھا دیے پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا، اور فرمایا: مجھے ان اشیاء کے نام بتا دو اگر تم (اپنے خیال میں) سچے ہو‘‘۔ (البقرہ، ۲: ۳۱)

یعنی میں نے اس کو علم کلی عطا کیا ہے۔ علم کو کُلَّهَا کے ساتھ علمِ کلی قرار دینے کا مقصد یہ ہے کہ اس کو وہ علم عطا کیا ہے جس کے ذریعے سارے مقاصدِ علم پورے ہوں گے اور وہ علم اس کو مطلوبہ منزل، کمالِ سیرت و کردار، شعورِ مقصدیت اور تقویٰ تک پہنچائے گا۔ حقیقی منزل سے اس کو آشنا کرے گا۔۔۔ اچھے اور برے کی تمیز دے گا۔۔۔ فجور اور تقویٰ کا امتیاز دے گا۔۔۔ غلط اور صحیح میں فرق کرنے کی صلاحیت دے گا۔ علم اور شعور کی وہ کلی صفت اس کو عطا کی ہے کہ اس کے آجانے سے اس کی خونریزی کی صفت صرف فتنہ و فساد کے لئے ہی استعمال نہیں ہوگی بلکہ جس میں یہ خوبیٔ علم آئے گی، وہ اس خوبی کو باطل کو مٹانے کے لئے استعمال کرے گا۔۔۔ شر کو صفحۂ ہستی سے نیست و نابود کرنے کے لئے استعمال کرے گا۔۔۔ مظلوم کی مدد کے لئے استعمال کرے گا۔۔۔ انسانی حقوق کی بحالی کے لئے استعمال کرے گا۔۔۔ حق کو سربلند کرنے کے لئے استعمال کرے گا۔

اللہ رب العزت کا فرشتوں کو یہ جواب واضح کر رہا تھا کہ مرنا اور مارنا فی نفسہ غلط عمل نہیں۔ یہ داعیہ اگر استحصال، ظلم، جبر، انسانیت اور اخلاقی اقدار کی پامالی کے لئے استعمال ہو تو یہ فتنہ ہے اور منفی خوبی ہے لیکن اگر یہی خون بہنے اور بہانے کا عمل باطل کو مٹانے، ظلم و جبر کے خاتمے، حق کو سربلند کرنے اور انسان کو ذلت سے اٹھا کر منصبِ عظمت پر سرفراز کرنے کے لئے استعمال ہو تو پھر یہی وہ منصب ہے جس کی وجہ سے میں اسے خلافت دے رہا ہوں۔

ملائکہ نے اظہارِ برتری و دعویٰ پارسائی کیا کہ ہم سراپا تسبیح ہیں لہذا ہم ہی حقدار ہیں۔ اللہ نے ان کی اس خوبی کو خلافت کے معیار کے طور پر قبول نہیں کیا حتی کہ اس کا جواب بھی نہیں دیا یعنی اللہ نے اسے نظر انداز کردیا اور اس پر گفتگو ہی نہ فرمائی بلکہ فرمایا:

اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ تمہیں یہ سمجھ ہی نہیں۔ اگر خالی تسبیح، تذکیر، عبادت اور اللہ اللہ کرنے والوں کو میں نے خلافت دینی ہوتی تو میں انسان کو پیدا ہی نہ کرتا بلکہ اے فرشتو! تمہیں آسمان سے زمین پر بھیج دیتا۔ انسان کو اس لئے بنایا کہ خالی تسبیح سے منصبِ خلافت کا حق ادا نہیں ہوتا۔ اگر خالی اس عمل سے خلافت و نبوت کے حق ادا ہوتے تو معرکہ جہاد بپا نہ ہوتے۔۔۔ مکہ شہر سے ہجرت نہ ہوتی۔۔۔ غزوہ بدر، غزوہ احد اور حنین کے معرکے بپا نہ ہوتے۔۔۔ واقعہ کربلا بپا نہ ہوتا۔۔۔ گردنیں نہ کٹتیں، خون نہ بہتے۔۔۔ دس برس کی مدنی زندگی کے اندر 83 جنگوں کے ذریعے باطل کو مغلوب کرکے اسلام کا جھنڈا سربلند کرنے کا عمل نہ ہوتا۔

گویا قرآن مجید نے تخلیقِ انسانیت کے وقت سے ہی اس تصور کو واضح کردیا تھا کہ خلافت و نیابتِ حق کو سربلند کرنے اور باطل قوتوں سے برسرِ پیکار ہونے کا یہ عمل محض عبادت، تسبیح و اذکار سے نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے ایک جہادی صلاحیت، ایک انقلابی جوہر اور کردار چاہیئے۔ اگر وہ انقلابی کردار، علم اور شعور کی صحت کے بغیر ہو تو وہ ظلم ہوجاتا ہے اور اگر علم و شعور کے ساتھ ہوجائے تو وہ امن اور سلامتی میں بدل جاتا ہے۔ جس کو علامہ اقبالؒ نے یوں بیان کیا کہ

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہوں دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اسلام کا تصورِ علم

قرآن مجید کے مطابق منصبِ خلافت و نبوت کی ابتداء ''علم'' سے ہوئی۔ یہ بات قرآنی نقطہ نظر سے واضح ہے کہ صرف کتابیں پڑھ لینا، نصاب پورا کرلینا اور ڈگری لے لینے کا عمل، ابتدائی خواندگی سے لے کر Specialized Knowledge تک کے مرحلہ کو ہی فقط علم نہیں کہتے بلکہ یہ علم کا ایک جز اور کتاب علم کا ایک باب ہے۔ مغربی شعورِ علم (Western Concept of Knowledge) کے مطابق تو یہ علم ہوسکتا ہے مگر اسلامی تصورِ علم کے تقاضوں کے مطابق یہ علم نہیں کہلاسکتا۔

قرآن مجید کی پہلی وحی بھی علم ہی سے متعلق ہے۔علم کی فضیلت کے ساتھ ہی پہلی بعثت کا اجراء کیا گیا یعنی حضرت آدمؑ کی بعثت کا فضیلت علم سے اجراء ہوا اور علم کے ساتھ ہی آخری بعثت کا اجراء بھی کیا گیا۔ فرمایا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. (العلق: ١)

''(اے حبیب!) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھیئے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا''۔

لفظِ اقراء میں پڑھنے اور خواندگی کا پہلو مذکور ہے۔ اس کا اطلاق ابتدائی خواندگی سے لے کر Specialized Professional Education تک ہوتا ہے۔ مگر صرف اس کو اللہ رب العزت نے علم نہیں کہا، جب تک کہ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ ساتھ شامل نہیں کیا۔ آقا ﷺ نے وحی کے نزول کے وقت محض ''اقراء'' کو نہ پڑھا لیکن جب کہا کہ اس رب کے نام سے، اس شعور کے ساتھ پڑھیئے کہ جس نے آپ ﷺ کو پیدا کیا ہے۔ تب آقا ﷺ نے پہلی وحی کے ان الفاظ کو ادا فرمایا۔ گویا خواندگی علم نہیں بنتی جب تک رب کے رب ہونے کا شعور بندے کے اندر داخل نہ ہوجائے۔ جب تک شعورِ بندگی نہ ہو اور رب کائنات کے

خالق اور مالک ہونے کا تصور جاگزیں نہ ہو کہ بندے اور رب کے تعلق بندگی کی حقیقت اور معرفت کیا ہے؟ اس وقت تک یہ عملِ خواندگی (Process of Literacy) علم نہیں بنتا۔

علم شعور کے داخل ہونے سے وجود میں آتا ہے۔ قرآن مجید نے پہلی وحی میں علم کو اس طرح واضح کیا کہ خواندگی کے ساتھ بندگی اور ربوبیت کے شعور کو ملایا جائے تب علم وجود میں آتا ہے۔ گویا سورہ علق کی پہلی آیت تصور علم کو واضح کررہی ہے جس میں خواندگی اور رب کی ربوبیت کی معرفت کے تعلق کو علم قرار دیا ہے۔

تصورِ علم کو واضح کرنے کے بعد پہلی وحی ہی میں (Professional Knowledge) کی بات کی۔ ارشاد فرمایا:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ.

’’اس نے انسان کو (رحمِ مادر میں) جونک کی طرح معلق وجود سے پیدا کیا‘‘۔

قرآن مجید نے اس کے ذریعے Biology، Embryology اور Botany کا باب کھول دیا۔ یعنی نظام تعلیم میں Scientific تعلیم کے حصول کی طرف بھی راہنمائی فرمائی۔ پھر فرمایا:

اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ. (العلق:۳)

’’پڑھیئے اور آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے‘‘۔

سائنس اور ٹیکنالوجی کا دروازہ کھولنے کے بعد اس آیت کا لانا اس بات کا اشارہ ہے کہ سائنس بھی وہی سائنس ہے جو تمہیں اپنے رب کی معرفت تک لے جائے۔۔۔ جو تمہیں حقیقتِ بندگی سے آگاہ کردے۔۔۔ خالقِ کائنات تک رسائی دے۔۔۔ اس کے حکم کی تعمیل اور نفاذ کی طرف تمہیں راغب کرے۔ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ کا مطلب ہے کہ وہ نظام تعلیم جو مسلمان کو رب کی بڑائی اور اس کی کبریائی کی معرفت کی دہلیز تک نہیں پہنچاتا وہ نظام تعلیم اسلامی نہیں ہوسکتا۔

پہلی وحی میں جہاں اللہ تعالیٰ نے علم کی تعریف، جدید سائنسی علوم اور مقاصد علم کو واضح فرمایا وہاں ذرائع علم Process of Education کو بھی بیان کیا۔ ارشاد فرمایا:

الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. (العلق:۴)

’’جس نے قلم کے ذریعے (لکھنے پڑھنے کا) علم سکھایا‘‘۔

یہاں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جہاں تعلیم کا عمل جاری و ساری ہو، اس جگہ کا اسلحہ قلم ہوتا ہے نہ کہ کلاشنکوف۔ ایک فرد جب طالبعلم ہوتا ہے تو اس کا سب سے بڑا اسلحہ قلم ہوتا ہے کہ وہ قلم کے اندر زور پیدا کرے۔ پھر فرمایا:

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ. (العلق:۵)

’’جس نے انسان کو (اس کے علاوہ بھی) وہ (کچھ) سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا‘‘۔

پس قرآن مجید کی پہلی وحی کی صورت میں جو پانچ آیتیں نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئیں اور جن سے بعثت نبوی اور نزول وحی کا آغاز ہوا ان پانچوں آیات کا موضوع علم تھا، ان کے ذریعے تصور علم اور نظام تعلیم کی بنیاد رکھ دی گئی۔ یہ نظام تعلیم حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے عمل سے امت کو عطا کیا۔ آپ ﷺ انسانیت کے لئے معلم بن کر آئے لہٰذا امت مسلمہ کا فریضہ یہ ہے کہ نظام تعلیم کے اصول بھی قرآن و سنت سے لیں۔

مروجہ فرسودہ نظامِ تعلیم

سوال پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان میں رائج الوقت نظام تعلیم کیا اللہ کی معرفت اور اس کی کبریائی کی دہلیز تک پہنچا رہا ہے؟ ہم یونیورسٹیوں، کالجوں اور تعلیم اداروں سے وہ افراد پیدا کررہے ہیں جو تعلیمی ادارے میں داخل ہونے سے پہلے کچھ نہ کچھ رسمی تعلق خاندانی روایت کی بنیاد پر اپنے مولا سے رکھتے تھے اور سولہ برس کی تعلیم

کے بعد جب تعلیمی اداروں سے ڈگری لے کر گئے تو رسمی تعلق بھی اپنے رب سے کاٹ چکے تھے۔ اب ان کا قبلہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خوشنودی نہ رہی بلکہ ان کا مقصد حیات مادہ پرستی تک محدود ہوکر رہ گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تعلیمی ادارے جس نظام تعلیم کے ذریعے جو Production دے رہے ہیں، اس سے علم وجود میں نہیں آرہا بلکہ اس سے جہالت وجود میں آرہی ہے۔۔۔ ہدایت وجود میں نہیں آرہی بلکہ ضلالت وجود میں آرہی ہے۔۔۔عظمت وجود میں نہیں آرہی بلکہ ذلت وجود میں آرہی ہے۔۔۔ نور میسر نہیں آرہا بلکہ کردار اور سیرت کو اندھیرا میسر آرہا ہے۔

افسوس ہماری منزل بدل گئی ہے، راستے بدل گئے ہیں۔ قرآن تو کہتا ہے کہ علم وہ ہے جو تمہیں رب کی کبریائی کی دہلیز پر لے جاکر سجدہ ریز کردے۔۔۔ نظام تعلیم وہ ہو کہ رب کی کبریائی کی دہلیز پر طلبہ کو اس طرح سجدہ ریز کردے کہ پھر یہ طلبہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے دیئے ہوئے احکامات اور نظام کے سوا باقی جتنے احکامات ہیں، معاشرتی، معاشی، سیاسی، تعلیمی الغرض کسی بھی عنوان سے کوئی بھی نظام ہو جو انہیں اللہ کی کبریائی سے ہٹائے، اسے ٹھوکر کے ساتھ پامال کردیں۔ ایسا سسٹم ایمان و اسلام کے خلاف بغاوت ہے۔ قرآن اور اسلام کے تحت اس کو نہ علم کہیں گے اور نہ اسلامی نظام تعلیم کہیں گے بلکہ یہ سامراج کی وہ سازش ہے جس سازش نے ہمیں اس انجام تک پہنچایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں طرح طرح کی بولیاں سننے کو ملتی ہیں۔

افسوس کی بات ہے کہ ہم نے قرآن وسنت کو صرف رسموں کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔ صرف کلمہ پڑھنے، مردے نہلانے، نکاح و طلاق، وراثت، انتخابات اور سیاست میں جھوٹ بولنے اور دھوکہ بازی کے لئے ہم قرآن وسنت کو استعمال کرتے ہیں۔ ہمارا اسلام کے ساتھ عملی تعلق کٹ کر رہ گیا ہے۔ اگر ہم سچے مسلمان ہیں تو ہمیں اپنے نظام تعلیم کے اصول قرآن وسنت اور سیرت محمدی ﷺ سے حاصل کرنا ہوں گے۔

اسلامی نظامِ تعلیم کے بنیادی عناصر

ایک مرتبہ آپ ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لائے تو آپ ﷺ نے وہاں دو حلقات دیکھے۔ ایک حلقہ ذکر کررہا تھا جبکہ دوسرا حلقہ تعلیم کے عمل میں مصروف تھا۔ حلقہ ذکر والوں کو امید تھی شاید حضور اکرم ﷺ ہمارے پاس تشریف رکھیں گے اور ہمیں زیادہ افضل قرار دیں گے لیکن آقا علیہ السلام حلقہ علم میں جاکر بیٹھ گئے اور فرمایا:

اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا. مجھے معلم بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، المقدمہ، ج:۱،ص۸۳، الرقم:۲۲۹)

اس کی وجہ کیا تھی کہ آپ نے علم کو ذکر پر ترجیح دی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ علم کل ہے اور ذکر اس کا ایک جز ہے۔ آپ ﷺ نے کلّیت کو لے لیا تاکہ سارے اجزاء اس میں آجائیں۔ علم کُل کس طرح ہے؟ اس سوال کا جواب ہمیں قرآن مجید ہی سے میسر آتا ہے کہ اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں نظام تعلیم کے بنیادی عناصر تک بیان کئے۔ ارشاد فرمایا:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ. (البقرہ: 151)

”اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہی میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں (نفساً وقلباً) پاک صاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت و دانائی سکھاتا ہے اور تمہیں وہ (اسرارِ معرفت وحقیقت) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے“۔

ان آیات میں نظام تعلیم کا تصور بیان کیا کہ نظام تعلیم کیسا ہونا چاہئے؟ اس کے عناصر اور اس کی

ترجیحات کیا ہیں؟ یاد رکھیں نظام تعلیم میں اول تا آخر اس بات کو مرکزی حیثیت حاصل ہونی چاہئے کہ عقیدے اور نظریئے کو کسی سطح پر بھی نظر انداز نہیں ہونا چاہئے۔ اس ضمن میں اس آیت مبارکہ میں درج ذیل چار نکات کی جانب توجہ مبذول کروائی گئی ہے:

ا۔ کلام الٰہی سے تعلق

Comparehensive Concept of Knowledge جس کو ہم اسلام کے تصور کے مطابق علم کہیں گے، اس علم کی پہلی اینٹ اور بنیاد تلاوتِ آیات ہے۔ اللہ کے کلام کے ساتھ طالبعلم کی شناسائی ہو، اس سے ربط ہو، اس کی پہچان و معرفت ہو، اس کا مفہوم سمجھ میں آئے، اس میں انہماک و توجہ پیدا ہو، تعلق پیدا ہو اور اللہ کے کلام کو سمجھے۔ اس لئے کہ Basic Source of Knowledge قرآن ہے۔

دوران نظام تعلیم بندے کا تعلق اللہ سے کٹنے نہ پائے بلکہ مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا جائے۔ اس لئے فرمایا کہ وہ ہماری آیتیں تلاوت کرتے ہیں، آیتوں میں ہی جیتے اور آیتوں میں ہی رہتے ہیں۔۔۔ آیتوں کے نور میں چلتے ہیں اور آیتوں سے شعور لیتے ہیں۔۔۔ آیتوں سے راستے کا انتخاب کرتے ہیں اور آیتوں کی مدد سے منزل تک پہنچتے ہیں۔

۲۔ تزکیہ و تربیت

فرمایا: وَيُزَكِّيكُمْ.

’’اور تمہیں (نفساً وقلباً) پاک صاف کرتا ہے‘‘۔

اس سے نظام تعلیم کا دوسرا بنیادی عنصر تربیت مقصود ہے۔ آج ہمارا نظام تعلیم و تربیت، تہذیب، اخلاق، تزکیہ نفوس اور شخصی تربیت کے تمام عنوانات اور مضامین سے خالی ہے۔ ہمارے ہاں رائج نظام تعلیم میں تربیت نام کی کوئی شے نہیں۔ تزکیہ و تربیت کو علم اور تعلیم کا حصہ ہی نہیں سمجھا گیا حالانکہ ہمارے تصورِ علم اور نظام تعلیم کا دوسرا بنیادی عنصر تربیت اور تزکیہ ہے جس سے Spiritual personality Develope ہوتی ہے اور یہی ہمارا بنیادی اخلاق ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف نظام تعلیم دیا بلکہ نظام تعلیم کے اجراء کے لئے ’’صفہ‘‘ کی صورت میں مکتبِ علم بھی وضع فرمایا۔ آپ اس کو مدرسہ کہئے یا سکول، یونیورسٹی، جامعہ، درسگاہ کہئے یا تربیت گاہ، یہ سب کچھ تھا۔ اس میں حضور ﷺ براہ راست صحابہ کرامؓ کو تعلیم و تربیت کے عمل سے گزارتے تھے۔ اس سائبان کے نیچے صحابہ کرام کے قلیل المدتی اور طویل المدتی (Long & Short) کورسز ہوتے۔۔۔ کوئی یہاں زیادہ عرصہ رہتا، کوئی تھوڑا عرصہ رہتا۔۔۔ یہیں سے جہاد کی تربیت پاتے۔۔۔ یہیں سے معاش کی تربیت پاتے۔۔۔ یہیں سے اخلاق کی تربیت پاتے۔ یہ نظام تعلیم و تربیت کا مرکز تھا۔ جس طرح GC یونیورسٹی سے پڑھنے والوں Ravians، منہاج یونیورسٹی سے پڑھنے والوں کو Minhajians اور قائداعظم یونیورسٹی سے پڑھنے والوں کو Quaidian کہتے ہیں۔ اسی طرح تمام کتبِ حدیث و سیرت میں مذکور ہے کہ جو اس یونیورسٹی میں حضور علیہ السلام کی براہ راست تربیت میں پڑھتے تھے ان کو اصحاب صفہ کہا جاتا تھا۔ اصحاب سارے تھے مگر جو اس تربیت گاہ میں آجاتے وہ اصحاب صفہ کہلاتے، جہاں تزکیہ اور تربیت کے ذریعے ان کی علمی، فکری، نظریاتی، اخلاقی اور تنظیمی تربیت کی جاتی۔

۳۔ مروجہ نصابِ تعلیم

تزکیہ کے بعد اسلامی نظریہ تعلیم کے تیسرے عنصر کو اللہ رب العزت نے وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ کے ذریعے بیان فرمایا۔

کتاب کی تعلیم سے مراد تعلیم کا Process ہے۔ یعنی نصاب پڑھائے جاتے ہیں اور والحکمۃ سے مراد Wisdom ،Philosophy اور Professional Science تعلیم ہے۔

۴۔ تخصص

اس کے بعد فرمایا:

وَيُعَلِّمُكُمْ مَالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ.

یعنی سائنسی، مادی، ثقافتی، معاشی، سماجی اور تہذیبی ترقی کے تمام گوشے، علوم، معارف اور میدان جو تمہیں معلوم نہیں، وہ سارے تمہیں سکھاتے ہیں اور یہ تمام ابواب اسی تربیت سے کھلتے ہیں۔ گویا علم کا ایک غیر منتہی سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔

وَيُعَلِّمُكُمْ مَالَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ سے تخصص واضح ہورہا ہے۔ جس میں expansion of knowledge ہوتی چلی جاتی ہے۔ آقا ﷺ نے نہ صرف یہ نظام تعلیم دیا بلکہ اس نظام تعلیم کا اجراء بھی فرمایا۔

عقیدۂ ونظریہ کی مرکزیت

اسلام کے تصور علم میں علم وہ ہے جس میں عقیدہ اورنظریہ کو مرکزیت حاصل ہو۔ اسلامی اور مغربی تصوراتِ علم میں بہت نمایاں فرق ہے۔ بطور مسلمان ہمارا ایک عقیدہ اور نظریہ ہے ہم ایک نظریاتی مملکت ہونے کے دعویدار بھی ہیں۔ یہ درست بات ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان (Islamic Republic of Pakistan) نام رکھ دینے کے بعد شبہ کی گنجائش ہی نہیں رہ جاتی کہ آیا ہمارا کوئی عقیدہ اور نظریہ ہے یا نہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ ملک کا یہ نام رکھنے کے بعد پھر ہم سیکولر ملک ہونے کے دعویدار بنتے ہیں، یہ ایک ایسا تضاد ہے جوکہ ناقابل فہم ہے۔ افسوس ہمارے تصور علم اور رائج نظام تعلیم میں عقیدے اورنظریئے کی مرکزیت تو درکنار، اس کا تصور بھی موجود نہیں۔ ہمارے عقیدہ میں توحید، رسالت اور آخرت کو مرکزیت حاصل ہے۔ ذیل میں اس کی وضاحت کی جارہی ہے:

ا۔ بازو تیرا توحید کی قوت سے قوی ہے

توحید کے ذریعے طالبعلم اور فرد میں تقویٰ، صالحیت اور اللہ کی بندگی کا نور پیدا ہوتا ہے اور اس توحید کا اثر شخصیت پر ہوتا ہے کہ

ہر کہ رمز مصطفیٰ فہمیدہ است
شرک را در خوف مضمر دیدہ است

”جس کسی نے رمز مصطفی ﷺ کو پہچان لیا جان گیا کہ (کسی دوسرے کے) خوف میں بھی شرک پوشیدہ ہے“۔

اسلام کے تصور علم کے تحت اگر علم میں عقیدے اورنظریئے کومرکزیت ہوتو توحید کا نور علم حاصل کرنے والے کے اندر اس طرح جاگزیں ہوتا ہے اللہ کے سوا دنیا کی ہر شے اور ہر طاقت سے وہ بے خوف و خطر ہوتا چلا جاتا ہے۔ افسوس! ہمارا موجودہ نظام تعلیم بے توحید نظام ہے۔ لہذا جو بے توحید نظام ہوگا اس میں اللہ کا خوف پیدا نہیں ہوسکتا اور جس سیرت اور دل میں اللہ کا خوف نہیں، اس میں اللہ کے سوا باقی ہر شے کا خوف ہوگا۔ مال و دولت کا خوف بھی ہوگا۔۔۔ ہر بڑے کا خوف آئے گا۔۔۔ دیدہ اور نادیدہ ساری طاقتوں کا خوف ہوگا۔ یاد رکھیں! جس دل میں توحید جاگزیں نہیں ہوتی وہ شخص بزدل، بے حس اور بے ضمیر ہے۔ اس کی غیرت، حمیت اور جرأت مرگئی۔ وہ نہ مرد اور نہ مومن رہا۔ جب وہ مردانگی سے عاری ہوگیا پھر دنیا کی ظالم طاقتیں اس کو غلام بنا کر اس کے گلے میں اپنی غلامی کا پٹہ ڈال کر جو کام چاہیں، اس سے لے لیں، اس کو احساس تک نہیں ہوتا۔

دوسری طرف جب نظام تعلیم عقیدۂ توحید کی مرکزیت پر استوار ہوتا ہے تو وہ بندے کو بندۂ خدا بناتا

ہے۔ رمز مصطفی ﷺ جوں جوں اس کے من میں پیوست ہوتی چلی جاتی ہے، وہ ہر ایک سے بے خوف ہوتا چلا جاتا ہے۔ حتی کہ اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ اگر گولیوں کی بوچھاڑ بھی اس کے سینے پر کی آجائے تو اس کے پائے استقامت متزلزل نہیں ہوتے۔ اگر ساری طاغوتی، صیہونی، استعماری اور سامراجی قوتیں صف آراء ہوکر اس کے سامنے کھڑی ہوجائیں تو چونکہ اس نے تعلیم کے نظام کے ذریعے توحید کا سبق لیا ہے لہذا وہ کٹ تو سکتا ہے مگر خدا کے غیر کے سامنے کبھی جھک نہیں سکتا۔

توحید سے عاری نظام تعلیم نے اس قوم کے نام نہاد لیڈروں، سیاست دانوں، حکمرانوں اور نام نہاد دانشوروں کو نہ صرف بزدل بنادیا بلکہ عملاً مشرک بنادیا۔ یعنی اُن کا باطن دنیاوی طاقتوں اور اپنے مفادات کے حضور سجدہ ریز ہے۔ آج کل تو توحید اور شرک کے ٹھیکیداروں نے فتوؤں کے بازار گرم کررکھے ہیں جن سے جھگڑے ہوتے ہیں۔ اس موقع پر میں اس ''شرک'' کی بات نہیں کررہا بلکہ توحید کے مجاہدانہ تصور کی بات کررہا ہوں۔ اسلام تو مصطفوی توحید کی بات کرتا ہے۔ یہ توحید وہ ہے جو بندے کو بے خوف کرکے مردِ حق بنادیتی ہے اور وہ تلواروں کے سامنے بھی کلمۂ حق کہنے سے نہیں گھبراتا۔ کوئی حرص اور لالچ بھی اس کے قدموں کو متزلزل نہیں ہونے دیتی۔ لیکن جب توحید کا یہ تصور کردار سے ختم ہوجائے تو انسان دنیا کی طاقتوں کا غلام بن جاتا ہے۔ افسوس! ہمارے نظام تعلیم سے پیدا ہونے والے لوگوں کو توحید کا سبق نہ ملنے کی وجہ سے بے خوف کردار نہیں ملا۔ لہذا خیانت، کرپشن، چوری، حقوق کی پامالی ان کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے۔ اس لئے کہ وہ تعلیم ہی نہیں ہے جس کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے اصول مقرر کئے۔ جب بندہ، خدا کا بندہ نہ رہا پھر وہ ہر شے کا بندہ ہوگیا اور جو خدا کا بندہ ہوگیا اس نے غلامی کے سارے طوق گلے سے اتار کے پھینک دیئے۔

۲۔ وفا بالمصطفی ﷺ

اسلامی تصور علم میں عقیدے کی مرکزیت کا دوسرا نقطہ ''تصور رسالت'' ہے۔ ہمارے موجود نظام تعلیم میں تصور رسالت کا کہیں وجود نہیں ہے حالانکہ اس تصور کے بغیر اسلام کا نظامِ تعلیم ہی مکمل نہیں ہوپاتا۔ اگر عقیدہ رسالت کی مرکزیت ہو تو نظام تعلیم انسان اور معاشرے کو نظام اور وفاداری دے دیتا ہے۔ عقیدہ رسالت کا مطلب یہ ہے کہ امت مسلمہ، اس کا معاشرہ اور اس کا نظام اگر کسی کا وفادار ہے تو محمد الرسول اللہ ﷺ کا وفادار ہے، وہ باقی ساری نظام ٹھکرا کر پھینک دیتا ہے۔ **لا الہ الا اللّٰہ** کا معنی ہے کہ یہ بندہ صرف اللہ کا بندہ ہے باقی سب کی کبریائی کے بتوں کو پاش پاش کرتا ہے۔ **محمد الرسول اللّٰہ** کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکومت، معاشرہ اور عوام صرف محمد مصطفی ﷺ کے دیئے ہوئے نظام کو اور ان کے عطا کردہ دین کو نظام مانتے ہیں۔ اس کے سوا باقی سارے نظاموں کے بتوں کو پاش پاش کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کے سوا باقی کسی کی قیادت اور باقی کسی کی غلامی اور طوقِ غلامی کو قبول نہیں کرتے۔ وہ فرد اور معاشرہ حضور ﷺ، آپ ﷺ کے نظام، آپ ﷺ کی سنت و سیرت کا وفادار ہوتا ہے۔ وہ جائز و ناجائز کے احکامات حضور ﷺ سے لیتا ہے۔

ہم نے توحید و رسالت کو ایک رسمی کلمہ کے اندر بند کرکے رکھ دیا ہے۔ رسمی اور حقیقی توحید میں فرق ہے۔ حقیقی توحید یہ ہے کہ

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

جب اللہ کی لذتِ توحید ملتی ہے اور انسان شرابِ توحید کا جام پیتا ہے تو اس کو وہ لذت و راحت،

سکون اور سرور و انبساط آتا ہے کہ دنیا کے سارے نشے کافور ہوجاتے ہیں۔ وہ للچائی ہوئی نگاہوں سے دنیا کو نہیں دیکھتا۔ جس نوجوان کو نظام تعلیم کے ذریعے توحید کی شراب پلادی جاتی ہے پھراس کے قدم نہ کبھی کلب کی طرف اٹھتے ہیں، نہ کبھی میخانوں کی طرف اور نہ کبھی رقص کدوں کی طرف اٹھتے ہیں۔ اس کے قدم جب اٹھتے ہیں تو خدا کے حضور سجدہ ریزی کے لئے اٹھتے ہیں۔ آج کا نوجوان دنیا کے جھوٹے مصنوعی حسن کے پیچھے اس لئے مارا مارا پھرتا ہے کہ اسے الوہی جمال کا نقشہ نظر نہیں آیا۔ اس تعلیم نے اسے حسن مطلق کا چہرہ نہیں دکھایا، اسے الوہی حسن و جمال کی جھلک نہیں دکھائی۔ اس لئے کہ جنہوں نے الوہی حسن و جمال کی جھلک دیکھ لی تھی ان کی گردنیں کٹتی تھیں مگر وہ ''اَحَدٌ اَحَدٌ'' کا نعرہ لگاتے رہے۔

۳۔ جوابدہی کا تصور

اسلامی تصور و نظام تعلیم میں فکر آخرت کو بھی مرکزیت حاصل ہے۔ اس عقیدہ سے اخلاص اور طہارت جنم لیتی ہے۔ ہمارا نظام تعلیم فکر آخرت سے بھی خالی ہے۔ پورے 16 برس کی تعلیم سے کسی کو آخرت کی فکر کیا میسر آنی ہے بلکہ رہی سہی بھی بھلادی جاتی ہے۔ بیشتر طلبہ جب پڑھ کر نکلتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے ان نوجوانوں نے کبھی آخرت کا ذکر ہی نہیں سنا۔ گویا ہمارا نظام تعلیم عقیدہ کی مرکزیت کے حامل تصورات یعنی توحید، رسالت اورآخرت سے یکسر عاری ہے۔ لہٰذا اسی نظامِ تعلیم کو ایمان کش نظام کہنا بے جانہ ہوگا۔

(جاری ہے)

اظہار تعزیت: گذشتہ ماہ محترم علامہ نورالزماں نوری (منہاج گرلز کالج) کے والد، محترم قیصر اقبال قادری (کراچی) کے والد اور محترم راشد شہزاد (منہاج آئی ٹی بیورو) کے نانا، محترم ملک فضل حسین (ڈائریکٹر اکاؤنٹس) کی خوشدامن، محترم عمر ریاض عباسی (اسلام آباد) کی والدہ، محترم محمد لطیف مدنی (نظامت دعوت) کی خالہ جان، محترم محمد فیصل اقبال اعوان (آفس سیکرٹری۔ تنظیمات آفس) کے تایا جان، محترم چوہدری عبدالغفور (جنڈالہ شریف۔ گجرات) کی والدہ، محترم محمد شفیق (اچھرہ) کے کزن، محترم میاں عبدالمالک درگھ (مظفر گڑھ) کی چچی، محترم چوہدری ظفر اقبال (فرانس) کے والد، محترم حاجی محمد شفیق (ککرالی کوٹلہ) کے بھائی محمد یونس، محترم احسان اللہ نیازی (کنگ چنن۔ گجرات)، محترم عقیل شہباز ایڈووکیٹ (پاکپتن) کے چچا، محترم جواد اکرام (مریدکے) کی والدہ، محترمہ باجی شاہدہ (مریدکے) کے والد، محترم رانا محمد جاوید (مریدکے) کے سسر، محترم حبیب رحمانی (مریدکے) کی ہمشیرہ، محترم شوکت علی قادری (مریدکے) کی چچی، محترم سید مجاہد حسین شاہ (مریدکے) کے والد، محترم میاں اللہ دتہ (مریدکے) کے بہنوئی، محترم سردار ریاض احمد عباسی (آزاد کشمیر) کے والد، محترم طاہر سلیم چغتائی (گوجرانوالہ) کے والد، محترم حکیم رفعت اشفاق چوہان (گوجرانوالہ) کے ماموں، محترم ڈاکٹر فضل احمد غزالی (گوجرانوالہ) کے والد، محترم محمد اقبال (گوجرانوالہ) کے سسر، محترم یوسف حضوری (حافظ آباد) کی والدہ، محترم نیر حسین بل (علی آباد) کے والد، محترم ایم سعید آصف (حافظ آباد) کا کمسن بھتیجا، محترم علامہ محمد منشا (حافظ آباد) کے والد، محترم سیٹھ محمد اقبال انصاری (حافظ آباد) کی والدہ، محترم حافظ محمد منیر (حافظ آباد) کے بھائی، محترم شاہد جاوید (حافظ آباد) کی والدہ، محترم حاجی مسعود احمد قادری (حافظ آباد) کی نانی، محترم حافظ عبدالشکور زاہد (حافظ آباد) محترم سجاد حسین قمر کی والدہ، محترم محمد نعیم اشرف (حافظ آباد) کی ہمشیرہ، محترم سرفراز احمد تیمور (حافظ آباد) کی سالی، محترم مبشر ایوب (گوجرانوالہ) کے تایا جان، محترم خادم حسین انصاری (گوجرانوالہ) کی چچی، محترم علامہ محمد عثمان (گوجرانوالہ) کی دادی، محترم محمد کاشف (گوجرانوالہ) کی والدہ اور محترم ڈاکٹر محمد امین (گوجرانوالہ) کے والد قضائے الٰہی سے انتقال فرماگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ جملہ مرحومین کی بخشش و مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

الفقہ

آپ کے دینی مسائل

مفتی عبدالقیوم خاں ہزاروی

سوال: باپ کا اپنی اولاد کو اپنی جائیداد سے عاق کرنے کی شریعت میں کیا حیثیت ہے؟ جیسے کہ ہم اخبارات میں اکثر دیکھتے ہیں کہ میں اپنے فلاں بیٹے کو نافرمانی کی وجہ سے اپنی ساری جائیداد اور مال سے عاق کرتا ہوں۔

جواب: اس عاق کرنے سے مراد صرف یہ معنی لیا جائے گا کہ باپ کی زندگی میں بیٹے نے جو لین دین کیا یا کوئی بھی اور کام کیا، اس کا وہ خود ہی ذمہ دار ہو گا، باپ نہیں ہوگا۔ لیکن اس عاق نامہ کی وجہ سے بیٹے کو جائیداد سے محروم نہیں کیا جا سکتا ہے۔ جائیداد میں اس بیٹے کو بھی دوسرے بہن بھائیوں کی طرح ہی حصہ ملے گا۔ لہٰذا عاق نامہ کا وراثت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔

سوال: مصنوعی دانت لگوانے کی صورت میں وضو اور غسل کے کیا احکامات ہیں؟

جواب: مصنوعی دانت لگوانے کی دو صورتیں ہیں: ایک ایسے دانت جو مستقل لگا دیے جائیں اور پھر آسانی سے نہ نکالے نہ جا سکیں، ایسے مصنوعی دانت اصل دانت کا درجہ رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کا حکم اصل دانتوں کا ہی ہوگا۔ وضو اور غسل میں ان دانتوں تک پانی پہنچانا فرض ہے لیکن دانت نکالنے اور تہہ تک پانی پہنچانے کی ضرورت نہیں۔ دوسرے ایسے دانت جو مستقل تو نہ لگائے جائیں بلکہ جنہیں حسبِ ضرورت نکالا یا لگایا جا سکے۔ اِس صورت میں اُس وقت تک وضو اور غسل درست نہ ہوگا جب تک ان دانتوں کو نکال کر اصل جڑوں تک پانی نہ پہنچ جائے۔

سوال: کیا دوران نماز موبائل بند کرنے سے نماز ہو جائے گی؟

جواب: اگر یہ عمل بار بار نہ ہو بلکہ ایک یا دو بار ایسا کر لیا تو اس سے نماز میں کوئی فرق نہیں پڑے گا کہ یہ عمل قلیل ہے۔ اس کے برعکس اگر اس نے بار بار ایسا کیا تو عمل کثیر کی بناء پر نماز فاسد ہو جائے گی۔

موبائل سامنے رکھے ہونے کی صورت میں نمازی نے دورانِ نماز اگر ایک آدھ مرتبہ موبائل پر آنے والے فون کا نمبر دیکھ کر زبان سے تکلم کیے بغیر اسے بند کر دیا تو اس سے بھی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ جیسا کہ امام طحطاوی فرماتے ہیں:

لو نظر المصلی مکتوب وفهمه سواء کان قرآنا أوغیره قصد الاستفهام او لا أساء الادب، ولم تفسد صلاته لعدم النطق بالکلام.

(طحطاوی، مراقی الفلاح: 187)

’’نمازی نے (دورانِ نماز) ارادتاً یا غیر ارادی طور پر کسی تحریر کی طرف دیکھا اور اسے سمجھ لیا خواہ وہ قرآن یا اس کے علاوہ کوئی تحریر ہے تو ادب کے خلاف ہے لیکن نطقِ کلام نہ پائے جانے کی وجہ سے نماز فاسد نہیں ہوگی۔‘‘

سوال: کیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جگہ 786 لکھا جا سکتا ہے؟

جواب: بسم اللہ شریف کے فضائل اور برکات مختلف روایات سے واضح ہیں اس لیے 786 لکھنے سے بندہ ان تمام برکات سے محروم رہتا ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ہر مقام پر جہاں تسمیہ لکھنا ہو پورا لکھنا چاہیے، ابجد کے اعداد استعمال نہیں کرنے چاہیے۔ ماضی میں تمام مفسرین، محدثین، فقہا اور علماء مکمل تسمیہ لکھتے تھے اور اس پر تمام اہل اسلام کا عمل جاری ہے۔

اسی طرح صرف ص، رض اور رح لکھنا بھی درست نہیں ہے، ان کو بھی مکمل لکھنا چاہیے۔ خاص طور پر درود شریف تاکہ ثواب و برکات حاصل ہو۔

سوال: قبر بنانے کا شرعی طریقہ کیا ہے؟

جواب: قبر بنانے کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ قبر کو اندر سے پختہ نہ کیا جائے، یہ جائز نہیں ہے۔ البتہ اگر ایسی جگہ قبر بنائی جا رہی ہو جہاں خطرہ ہو کہ قبر کے اندر پانی چلا جائے گا، یا زمین ایسی ہے کہ جب تک اندر سے پختہ نہ کیا جائے، قبر ٹوٹ جائے گی تو ایسی صورت میں قبر کو اندر سے بھی پختہ کیا جائے گا۔ باہر سے قبر کو پختہ کرنے میں کوئی حرج نہیں، البتہ قبر کو اوپر سے کچا رہنے دیا جائے۔

میت کو تابوت سمیت قبر میں دفن کر دینا جائز ہے۔ قرآن مجید میں قبر پختہ کرنے کا نہ ذکر ہے اور نہ ممانعت۔ حدیث پاک میں قبر پختہ کرنے کی ممانعت ہے، مگر اس سے مراد قبر کو بلا ضرورت اندر سے پختہ کرنا ہے، اوپر سے پختہ کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔ اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ سے لے کر صحابہ کرام، آل بیت اطہار، اولیاء اور ائمہ کرام کے مزارات پر قدیم زمانے سے پختہ عمارات تعمیر کی گئی ہیں۔

قبر پختہ نہ کرنا بہتر ہے اور کریں تو اندر سے کچی رہے، اوپر سے پختہ کر سکتے ہیں، طول و عرض موافق میت ہو اور بلندی ایک بالشت سے زیادہ نہ ہو اور صورت ڈھلوان بہتر ہے۔

قبر کو اندر سے بھی پختہ کیا جا سکتا ہے، پکی اینٹ سے تعمیر کیا جا سکتا ہے یہاں تک کہ فقہاء نے پکی اینٹ، لکڑی کے صندوق اور تابوت کی اجازت دی ہے، اگرچہ تابوت لوہے کا ہو۔ (فتاویٰ رضویہ، 425)

اگر زمین کمزور اور نرم ہو اور قبر کے اندر سے ٹوٹنے کا خطرہ ہو تو مذکورہ بالا ساری چیزیں قبر کے بنانے میں استعمال کر سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، 422-424)

لہذا پتہ چلا کہ قبر کو باہر سے پختہ کرنے میں کوئی حرج نہیں البتہ اندر سے پختہ کرنا ناجائز ہے مگر بوقت ضرورت قبر کو اندر سے بھی پختہ کیا جا سکتا ہے، اور میت تابوت سمیت دفن کیا جا سکتا ہے۔

حدیث مبارکہ میں جو قبروں کو پختہ کرنے کی ممانعت آئی ہے وہ اندر سے پختہ کرنے کی ہے، اندر سے قبر کو پختہ کرنا ناجائز ہے مگر بوقت ضرورت کیا جا سکتا ہے۔

سوال: کیا ٹوتھ پیسٹ وغیرہ مسواک کے قائم مقام ہے؟ کیا مسواک کی جگہ منجن یا ٹوتھ پیسٹ کا استعمال سنت میں داخل ہے؟

جواب: بلاشک و شبہ مسواک کے بارے میں اتنی احادیث مبارکہ وارد ہوئی ہیں جو مسواک کی فضیلت اور اس کی اہمیت کو واضح کرتی ہیں۔ مسواک کا معنی ہے، صاف کرنے والا آلہ۔ یعنی وہ چیز جس سے منہ کو صاف کیا جاتا ہے۔ اسلام میں مسواک کی اتنی اہمیت اور فضیلت جو بیان کی گئی اس کا مقصد ہی صفائی ہے، جو کسی بھی چیز سے حاصل ہو سکتا ہے، تو یہی مقصد ٹوتھ پیسٹ سے حاصل ہو جاتا ہے۔ لہذا ٹوتھ پیسٹ مسواک کے ہی قائم مقام ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ مسواک ہی ہے تو غلط نہ ہوگا۔

مسواک کی جگہ منجن یا ٹوتھ پیسٹ سے دانت صاف کرنا سنت کے دائرہ میں آتا ہے جس کی دلیل ہمیں

مندرجہ ذیل احادیث سے ملتی ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تُجزِی الاَصَابِعُ مَجزَی السِّوَاکَ.

(بیهقی، السنن الکبری، 1 : 41، رقم : 178)

''انگلیاں مسواک کے قائم مقام ہیں۔''

ایک اور حدیث مبارکہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار کے قبیلہ بنو عمرو بن عوف میں سے ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے ہمیں مسواک کرنے کی ترغیب دی ہے، کیا اس کے علاوہ بھی کوئی چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تمہارے وضو کے وقت تمہاری دو انگلیاں مسواک ہیں جن کو تم اپنے دانتوں پر پھیرتے ہو۔ بغیر نیت کے کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا اور ثواب کی نیت کے بغیر کوئی اجر نہیں ہوتا۔'' (بیہقی، السنن الکبری، 1 : 41، رقم : 179)

ان احادیث سے ثابت ہوا ہے کہ مخصوص لکڑی سے دانت صاف کرنا اسلام کا مطالبہ نہیں ہے بلکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین کا اصل مقصود یہ ہے کہ ہر مسلمان اپنے دانت صاف رکھے۔ اس لیے منجن اور ٹوتھ پیسٹ سے دانت صاف کر لیے جائیں تب بھی حضور علیہ السلام کے حکم پر عمل ہوتا ہے اور اس سے سنت کا ثواب ملتا ہے۔

سوال: کیا گرمی سے بچنے کے لئے پہلی صف کو مکمل کئے بغیر دوسری صف میں UPS پر لگے پنکھے کے نیچے کھڑے ہونا جائز ہے؟

جواب: اگر نمازی کم ہیں اور گرمی کی شدت زیادہ ہے تو آدھے پہلی صف میں اور آدھے دوسری صف میں برابر برابر کھڑے ہو جائیں۔ اگر نمازی زیادہ ہیں مثلا زیادہ صفیں ہوں تو ایسی صورت میں پہلے پہلی صف مکمل کریں پھر دوسری اور اس طرح باقی صفیں۔ نمازی تھوڑے ہونے کی صورت میں جائز ہے اور زیادہ کی صورت میں پہلی صف کو مکمل کیے بغیر جائز نہیں ہے۔

سوال: تقطیر بول (بار بار پیشاب کے قطرے آنے) کی صورت میں نماز کیسے پڑھی جائے گی؟

جواب: جب تک قطرے آنا بند نہ ہوں تب تک آپ استنجا نہیں کر سکتے، جب یقین ہو جائے کہ قطرے بند ہو گئے ہیں تو پھر استنجا کریں، اگرچہ اس دوران نماز باجماعت یا وقت جانے کا خطرہ ہو۔

لیکن اگر یہ قطرے ایک نماز کا مکمل وقت آتے رہے اور بند نہ ہوں تو پھر آپ معذور ہیں۔

یعنی عصر کا مکمل وقت قطرے آتے رہے یہاں تک کہ مغرب کی اذان ہو گئی تو پھر آپ معذور ہیں اور معذور کے لیے ضروری ہے کہ ہر نماز کیلئے نیا وضو بنائے (اس وضو سے فرض نماز، نوافل، قضا نمازیں اور تلاوت قرآن وغیرہ کرسکتے ہیں) اور اس دوران اگر قطرے آتے بھی رہے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ اس نماز کا وقت ختم ہونے پر وضو خود بخود ختم ہو جائے گا اور نیا وضو بنانا ہوگا۔

(کتب فقہ، عالمگیری، 1 : 49)

سوال: کیا ڈیجیٹل اور کمپیوٹر سکرین پر قرآن پاک کو بے وضو پڑھ سکتے ہیں؟

جواب: اگر ڈیجیٹل قرآن پاک صرف قرآن مجید کے لیے وضع کیے گئے ہیں اور یہ اس میں مستقل طور پر ہے اس طرح کہ اس کا الگ کرنا یا نکالنا (ختم کرنا) مشکل ہو تو پھر بغیر وضو کے چھونا جائز نہیں ہے۔ جبکہ سننا جائز ہے۔

اگر اس میں اور بھی بہت ساری چیزیں ہوں اور آسانی کے ساتھ نکالا (ختم کرنا) جا سکتا ہو تو پھر بغیر وضو کے پڑھنا اور سننا دونوں صورتوں میں جائز ہے۔

سفرِ معراج طورِ سینا اور حقیقتِ مصطفیٰ ﷺ

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر حضور نبی اکرم ﷺ کی نسبت سے مختلف چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں۔ ان اشیاء کی قسمیں کھانا حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ سے تعلق ونسبت رکھنے والی اشیاء کی قدرو منزلت اور عظمت کا ایک اظہار ہے۔ اللہ رب العزت نے حضور نبی اکرم ﷺ کے معراج کے بیان میں جس طرح ''سورۃ النجم'' کا آغاز قسم سے فرمایا، اسی طرح معراج النبی ﷺ کے حوالے سے ''سورۃ الطّور'' میں بھی مختلف اشیاء کی قسمیں کھاتے ہوئے کئی معارف بیان فرمائے ہیں۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَالطُّوْرِ. وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ. فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ. وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ. وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ○ (الطور: ۱)

''(کوہِ) طُور کی قَسم○ اور لکھی ہوئی کتاب کی قَسم○ (جو) کھلے صحیفہ میں (ہے)○ اور (فرشتوں سے) آباد گھر (یعنی آسمانی کعبہ) کی قَسم○ اور اونچی چھت (یعنی بلند آسمان یا عرشِ معلّٰی) کی قَسم''۔

اللہ رب العزت نے درج بالا ہر آیت مبارکہ کا آغاز قسم سے کیا ہے۔ آیئے ان آیات مبارکہ کے قسم کے ساتھ آغاز کی وجوہات کا مطالعہ کرتے ہیں:

۱۔ والطّور

جمیع مفسرین کا اجماع ہے کہ لفظ ''طور'' سریانی زبان میں پہاڑ کو کہتے ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں ''الطّور'' سے مراد کوہ طور ہے۔ مفسرین کرام نے اللہ رب العزت کی طرف سے کوہِ طور کی قسم کھانے کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسے اللہ رب العزت نے سید الجبال یعنی پہاڑوں کا سردار بنایا ہے۔

هو المکان الذی کلم الله تعالیٰ علیه موسیٰ علیه السلام

''یہ وہ پہاڑ ہے جہاں اللہ رب العزت نے موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام عطا کیا''۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہاں قسم کا سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونا ہے تو دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید کے کسی مقام پر بھی کوئی ایسی آیت نہیں ملتی کہ جہاں اللہ رب العزت نے دیگر انبیاء یا ان کی کسی نسبت کا ذکر کیا ہو اور اس ذکر میں قسم کا استعمال کیا ہو۔ پھر اس خاص مقام ''طور'' کی قسم کیوں کھائی جارہی ہے۔۔۔؟ قرآن مجید میں جب اللہ رب العزت انبیاء کرام کی تقدیس، فضائل اور عظمت کا ذکر کرتا ہے تو کبھی ان پر سلام بھیجتا ہے۔۔۔ کبھی ان انبیاء کی حیات پر سلام بھیجتا ہے۔۔۔ کبھی ان کی ممات پر سلام بھیجتا ہے۔۔۔ کبھی انبیاء کی نسبت کے حامل علاقوں کو ''خطہ مبارکہ'' کہتا ہے مگر کسی بھی مقام پر انبیاء میں سے کسی نبی کی نسبت کو بیان کرنے کے لئے نہ واوٴ قسمیہ استعمال کرتا ہے

اور نہ قسم کا اظہار کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہم کلام ہونے کی وجہ سے ''طور'' اس قابل نہیں ہوسکتا کہ اس کا ذکر قسم سے کیا جائے بلکہ اس قسم کا سبب کچھ اور ہے؟

کچھ اسباب ایسے ہوتے ہیں جو عام مفسرین کے علم کے سمندر میں مل جاتے ہیں۔ کچھ اسباب ایسے ہوتے ہیں جو عام مفسرین نہیں بلکہ خواص کے سمندروں میں غوطہ زن ہوئے بغیر نہیں ملتے۔ کچھ عام علماء کے ہاں ملتے ہیں، کچھ خاص عشاق کے ہاں ملتے ہیں اور کچھ عرفاء کے ہاں ملتے ہیں۔ آیئے ان علماء و عرفاء کے اقوال کا مطالعہ کرتے ہیں:

☆ امام قشیریؒ نے ''طور'' کی قسم کے سبب کے حوالے سے فرمایا کہ

اقسم الله به لانه الموضع الذی سمع فیه موسیٰ ذکر محمد ﷺ وذکر امته. (تفسیر القشیری، ج۳، ص ۴۶۱)

''اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور کی قسم اس لئے کھائی کہ یہ وہ مقام ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضور نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کی امت کا ذکر سنا''۔

یعنی کوہ طور کی قسم کھانے کا سبب درحقیقت ذکرِ مصطفی ﷺ ہے۔ رب کائنات کے نزدیک وہ جگہ بھی قسم کھانے کے لائق ہے جہاں ذکرِ مصطفی ﷺ کیا اور سنا جاتا ہے۔

☆ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اپنی عربی تصنیف ''کَشْفُ الْغِطَا عَنْ مَعْرِفَةِ الْاَقْسَام لِلْمُصْطَفٰی ﷺ'' میں حضور نبی اکرم ﷺ کے لئے قرآن مجید میں مذکور قسموں کو بیان کرتے ہوئے ان کے اسباب بیان کئے ہیں۔ اس کتاب میں ''والطّور'' کے حوالے سے شیخ الاسلام نے بیان کیا ہے کہ

یحتمل ان یکون سبب آخر لهذا القسم لان النبی ﷺ لما بدء السفر من المسجد الحرام لیلة الاسراء انتقل الی طور سیناء ونزل به قبل ذهابه ﷺ الی المسجد الاقصیٰ کما جآء الحدیث صحیحا.

''کوہِ طور کی قسم کھانے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ چونکہ نبی اکرم ﷺ نے معراج کی رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی طرف جب اپنے سفر کا آغاز کیا تو مسجد اقصیٰ سے قبل کوہ طور پر بھی تھوڑی دیر قیام فرمایا جیسا کہ حدیث صحیح سے ثابت ہے''۔

پس اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کے کوہ طور پر تھوڑے وقت کے لئے قیام ہی کی نسبت سے کوہ طور کی قسم کھاتے ہوئے اسے عظمت عطا فرمائی۔ گویا کوہِ طور کی قسم کھانے کا تعلق معراج النبی ﷺ کے لمحات کے ساتھ ہے۔

معراج النبی ﷺ کو اللہ رب العزت نے یوں بیان فرمایا:

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا. (بنی اسرائیل: ۱)

''وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرّب) بندے کو مسجدِ حرام سے (اس) مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی''۔

حضور ﷺ معراج کے سفر پر تشریف لے جارہے ہیں اور خدا چاہتا ہے کہ مجھ سے ہمکلام ہونے سے پہلے میں آپ ﷺ کو اس مقام پر لے جانا چاہتا ہوں جہاں آپ ﷺ سے پہلے کوئی مجھ سے ہمکلام ہوا تھا، وہ مجھے تکنے کی خواہش کرتا رہا، لیکن اس کی خواہش پوری نہ ہوئی۔ اسے میں نے صرف اپنے ساتھ ہم کلام ہونے کا اعزاز عطا کیا تھا۔ آج آپ ﷺ کو اس مقام پر بلاکر دنیا کو دکھانا چاہتا ہوں کہ میں سیدالانبیاء کو اپنی زیارت سے مشرف کرنے جارہا ہوں، وہ اس سیدالجبال پر آرہے ہیں۔

پس آپ ﷺ کے قدمین کی نسبت سے ''طور'' کو حاصل یہ مقام ہی اس کی قسم کھانے کا سبب ٹھہرا۔ سفر معراج میں اللہ رب العزت نے ''طور'' پر پہلا پڑاؤ کروایا۔ فرمایا: محبوب ﷺ یہاں رک جایئے تاکہ موسیٰ علیہ السلام بھی خوش ہوجائیں کہ یہاں میں آیا تھا اب سیدالانبیاء آئے ہیں۔

پس طور کو ''والطّور'' کہنا موسیٰ علیہ السلام کے ہمکلام ہوجانے کی جگہ کے سبب نہ تھا۔ اگر یہ سبب ہوتا تو دیگر انبیاء کو بھی یہ شرف ملا ہوتا کہ اُن کے ساتھ نسبت والی چیزوں کی قسمیں کھائی جاتیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے قسموں کی ضرورت نہیں، میری یہ شان نہیں کہ میں اپنی بنائی ہوئی مخلوق کی قسم کھاؤں۔ میری قسم کا سبب کچھ اور ہے۔ میں انبیاء پر سلام ضرور بھیجتا ہوں مگر قسم صرف سیدالانبیاء اور اُن سے نسبت رکھنے والی اشیاء کی کھاتا ہوں۔ فرمایا:

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ. وَ اَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ. (البلد:۱-۲)

''میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوں۔ (اے حبیبِ مکرّم!) اس لیے کہ آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیں''۔

اس جگہ انبیاء آتے رہے، اسے بناتے رہے، مگر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل نہ کی مگر جب آپ ﷺ کے قدم لگے اور اس جگہ کو آپ ﷺ کی نسبت ملی تو تب اللہ نے اس شہر مکہ کی قسم کھائی۔ فرمایا کہ میری شان نہیں کہ میں اس بلد حرام کی قسم کھاؤں مگر اس لئے قسم کھاتا ہوں کیونکہ محبوب یہاں آپ ﷺ کا مسکن ہے۔ گویا مصطفیٰ ﷺ سے نسبت ہوئی تو خدا نے اس شہر کو بھی اپنی قسم سے شرف عطا کردیا۔

☆ صاحب روح البیان امام شیخ اسماعیل حقیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ شیخ عبدالعزیز المکی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ **والطور ھو النبی ﷺ.**

''الطّور'' سے مراد ذات مصطفیٰ ﷺ ہے''۔

یعنی اگر ''طور'' سے مراد ذات مصطفیٰ ﷺ نہ ہوتی تو خدا اس کی کبھی قسم نہ کھاتا۔

کان فی امته کالجبال فی الارض استقرت به الامة علی دینهم الی یوم القیامة کما تستقر الارض بالجبال. (تفسیر روح البیان، ج۹، سورۃ الطّور)

''آپ ﷺ امت میں اُن پہاڑوں کی طرح ہیں جن کی وجہ سے زمین برقرار ہے، ایسے ہی حضور نبی اکرم ﷺ امت میں ہیں تو امت آباد ہے اور اُن کا دین قیامت تک جاری ہے''۔

اللہ رب العزت نے جس زمین کو ''کوہِ طور'' کی صحبت دی، اس سے وہ زمین بھی مستقر ہوگئی، اسے ثابت قدمی مل گئی، وہ اپنی جگہ پر جم گئی، متمکن ہوگئی، اسے اطمینان وسکون مل گیا، اب اس زمین کو کوئی ہلا نہیں سکتا۔ پھر فرماتے ہیں کہ اسی طرح میرے نبی بھی اس ''طور'' کی مانند ہیں کہ جنہوں نے اپنی امت کو بھی مستقر اور مطمئن کردیا۔ اب حضور ﷺ کی امت کو حضور ﷺ کے قدموں سے کوئی ہٹا نہیں سکتا۔ ''والطّور'' یعنی ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کی قسم جن کے ساتھ نسبت رکھنے والی امت کو ان سے کوئی جدا نہیں کرسکتا۔

۲۔ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ

اس آیت مبارکہ کا آغاز بھی رب کائنات قسم کے ساتھ فرمارہا ہے کہ ''اور لکھی ہوئی کتاب کی قسم''۔ ''کتاب مسطور'' سے مراد قرآن مجید ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس کتاب کی کیوں قسم کھائی؟ کتابیں تو تورات، انجیل اور زبور بھی ہیں، یہ ساری کتابیں سماوی ہیں، خدا کی بارگاہ سے منزل علی الانبیاء ہیں تو پھر ہر کتاب کی خدا قسم کیوں نہیں کھاتا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح اللہ ہر پہاڑ کی قسم نہیں کھاتا صرف ''طور'' کی کھاتا ہے، اسی طرح ہر کتاب کی قسم نہیں کھاتا صرف اس کتاب کی قسم کھاتا ہوں جو مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوئی۔ معلوم ہوا وہ کتاب جسے نسبت مصطفیٰ ﷺ سے مل گئی، اللہ صرف اس کی قسم کھاتا ہے۔

۳۔ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ

اس تیسری آیت مبارکہ میں بھی اللہ تعالیٰ قسم کھارہا ہے کہ میں بیت المعمور کی قسم کھاتا ہوں۔ بیت المعمور کیا ہے؟ اور اس کی قسم کیوں کھائی جارہی ہے؟ شیخ الاسلام ''کشف الغطا'' میں اس حقیقت سے بھی یوں پردہ اٹھاتے ہیں:

انه البیت فی السماء العلیا تحت العرش بحیال الکعبة، حرمته فی السماء کحرمة الکعبة فی

الارض وهذا البيت الذی انتقل اليه النبی الحبيب المصطفی ﷺ ايضاً ليلة الاسراء والمعراج کما ورد فی الحديث الصحيح، وقيل هوالبيت الحرام ولا ريب ان کلا منهما معمور، وهذا قبلة النبی المصطفی ﷺ التی اختارها وحول وجهه اليه فی الصلاة فکل منهما سيد البيوت فکل احد من البيتين، منسوب الی الحبيب ﷺ فاما الکعبة، فهی بداية سفره ﷺ فی ليلة الاسراء والطور وبيت المقدس کانتا منزلتين من سفره الارضی والبيت المعمور کان احدا من منازله فی سفره السماوی.

”ساتویں آسمان پر عرش کے نیچے اور زمین پر موجود کعبۃ اللہ کے عین اوپر بیت المعمور موجود ہے۔ جس طرح زمین پر کعبہ معظّمہ کی حرمت وفضیلت ہے اسی طرح آسمان پر بیت المعمور کی حرمت ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ معراج کی رات حضور نبی اکرم ﷺ بیت المعمور کی طرف بھی تشریف لے گئے۔ یہ حضور نبی اکرم ﷺ کا قبلہ بھی ہے اور آپ ﷺ نے نماز میں اس کی طرف چہرہ کیا۔ یہ دونوں گھر بیت المعمور اور کعبہ معظّمہ سید البیوت ہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ انہیں نسبت حاصل ہے۔ کعبہ معظّمہ معراج کی رات سفر کے آغاز کی جگہ ہے۔ کوہ طور اور بیت المقدس آپ ﷺ کے زمینی سفر کے پڑاؤ ہیں جبکہ بیت المعمور آپ کے سماوی سفر کا ایک پڑاؤ ہے“۔

کعبہ معظّمہ کی زیارت کرنے والے زمینی اور فرشی ہیں جبکہ بیت المعمور کی زیارت کرنے والے عرشی اور سماوی ہیں۔ یہ بیت المعمور پہلے بھی تھا، یہ طور پہلے بھی تھا، یہ کتاب پہلے بھی تھی مگر لیلۃ المعراج کی رات عقدہ حل ہوگیا کہ رب نے ان کی قسمیں کیوں کھائیں۔۔۔؟ جانا تو ”دنا فتدلی“ پر تھا مگر جو جو مقام، مصطفیٰ ﷺ کے راستے میں آیا، اللہ تعالیٰ اس کی قسمیں کھاتا چلا گیا اور لوگوں کو عقیدہ سمجھا دیا کہ میں نے میرے محبوب ﷺ تجھے اپنے پاس بلایا، اس موقع پر میں تجھے تکتا رہا اور تو مجھے تکتا رہا لیکن اپنی مخلوق کو بتانا چاہتا ہوں کہ جہاں جہاں سے میرے مصطفیٰ ﷺ گذرتے چلے گئے، میرے مصطفیٰ ﷺ کے قدم لگے، میں ان مقامات کی قسم کھاتا ہوں۔ جب طور پر قدم لگے تو خدا نے قسم کھائی والطور۔ جب بیت المعمور کے قریب گئے تو اس کی قسم کھائی کہ وَالْبَیْتِ الْمَعْمُوْر. فرمایا کہ بیت المعمور کی میں نے اس لئے قسم نہیں کھائی کہ وہاں دن رات فرشتے میرا طواف کرتے ہیں، مجھے ان کے طواف سے غرض نہیں بلکہ مجھے تو وہ لمحہ پسند ہے کہ جب تو بیت المعمور سے گزر رہا تھا اور سماوی مخلوق سیاح لامکاں کی زیارت سے مشرف ہو رہی تھی۔

۴۔ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْع

اس آیت مبارکہ میں بھی اللہ رب العزت نے قسم کھائی کہ ”اونچی چھت (یعنی بلند آسمان) کی قسم“۔ سوال یہ ہے کہ بلند آسمان کی قسم کیوں کھائی۔۔۔؟ امام عبدالعزیز مکی فرماتے ہیں کہ

”السقف المرفوع هو رأس النبی ﷺ“۔

”السقف المرفوع سے مراد حضور ﷺ کا سر اقدس ہے“۔ (تفسیر روح البیان، ج۹، سورۃ الطّور)

وہ سرِ انور جسے ہم نے کائنات میں وہ رفعت عطا کی کہ جس رفعت کا مقابلہ کائنات کی کوئی شے نہ کرسکی۔ جس طرح آسمان زمین سے بلند ہے، اسی طرح مصطفیٰ ﷺ کا سراقدس کائنات میں سب سے اعلیٰ وارفع ہے۔

☆ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ”وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْع“ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

يعنی السماء، هی کانت طريقه الی الجنة وسدرة المنتهی والعرش وآيات ربه الکبری حتی وصل الی (ثم دنا فتدلی فکان قاب قوسين او ادنی) وهذه کانت نهاية سفره فی المعراج کما روی البخاری عن انسؓ: ودنا الجبار رب العزة فتدلی

حتی کان قاب قوسین او ادنی.

’’السقف المرفوع سے مراد آسمان ہے۔

اللہ رب العزت نے اس لئے آسمان کی قسم کھائی کہ یہ معراج کی رات آپ ﷺ کا جنت، سدرۃ المنتہیٰ اور عرش کی طرف جانے کا راستہ تھا اور اللہ رب العزت کی نشانیوں میں سے ایک عظیم نشانی ہے۔ اسی راستے سے گزر کر آپ ﷺ دنا، فتدلی، قاب قوسین کے مراحل سے ہوتے ہوئے او ادنی کی بلندیوں پر فائز ہوئے جو کہ اس سفرِ معراج کی غایت ومقصود تھا۔ جس طرح بخاری شریف میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ اللہ رب العزت، حضور ﷺ کے قریب ہوا اور پھر اور قریب ہوا حتی کہ دو کمانوں کا یا اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا‘‘۔

معراج۔ ادبِ مصطفیٰ ﷺ کا اظہار

سفرِ معراج درحقیقت غایت ادب محمد مصطفیٰ ﷺ کا سفر ہے۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ سفر کررہے تھے تو ان کا بارگاہِ الوہیت کے ادب کا عالم یہ تھا کہ اللہ رب العزت خود فرمارہا ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی. (النجم:۱۷)

’’اُن کی آنکھ نہ کسی اور طرف مائل ہوئی اور نہ حد سے بڑھی (جس کو تکنا تھا اسی پر جمی رہی)‘‘۔

شیخ اسماعیل حقی روح البیان میں فرماتے ہیں کہ اس سفر میں ادب مصطفیٰ ﷺ کا عالم یہ تھا کہ آپ ﷺ کے تمام حواسِ ظاہری و باطنی رب کائنات کی بارگاہ میں محبت وعقیدت سے جھکے ہوئے تھے۔ دَنَا مقام نفسِ مصطفیٰ ﷺ کا سفر ہے۔۔۔ فَتَدَلّٰی مقامِ قلبِ مصطفیٰ ﷺ کا سفر ہے۔۔۔ قَابَ قَوْسَیْن مقام روحِ مصطفیٰ ﷺ کا سفر ہے۔۔۔ اَوْ اَدْنٰی مقامِ سرِ مصطفیٰ ﷺ کا سفر ہے۔۔۔ مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی حضور نبی اکرم ﷺ کے اس حال کو بیان کررہا ہے جب مصطفیٰ ﷺ وادی صمدیت و الوہیت میں او ادنی میں قدم رکھ رہے تھے۔

جب موسیٰ علیہ السلام ’’طور‘‘ پر جانے لگے تو اللہ رب العزت نے فرمایا:

اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّکَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْکَ ج اِنَّکَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی. (طه:۱۲)

’’بے شک میں ہی تمہارا رب ہوں سو تم اپنے جوتے اتار دو، بے شک تم طویٰ کی مقدس وادی میں ہو‘‘۔

عرفاء بیان کرتے ہیں کہ یہاں نعلین سے مراد ہر وہ لباس تھا جو خدا کی بارگاہ میں آنے سے پہلے اتارا جاتا ہے۔ اب موسیٰ علیہ السلام ہمکلام ہونے جارہے تھے تو انہیں فرمایا کہ اسباب کے لباس اتار کر پھر میرے پاس آؤ لیکن جب حضور نبی اکرم ﷺ نے دَنَا، تَدَلّٰی، قَابَ قَوْسَیْن اور اَوْ اَدْنٰی کی طرف سفر کیا تو اس وقت بھی وہاں نفس روح، قلب اور سر کا ایک لباس تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کو نعلین اتارنے کا حکم دیا جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ کے لئے کچھ نہ کہا بلکہ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس سفر کو از خود نہایت ادب سے طے کیا۔ آقا ﷺ نے اس سفر کے لئے تمام لباس خود ہی اتارنے شروع کردیئے۔ نفس مصطفیٰ ﷺ کو خدا نے مقام خدمت میں رکھا تھا۔۔۔ قلبِ مصطفیٰ ﷺ کو خدا نے مقامِ محبت پر رکھا تھا۔۔۔ روحِ مصطفیٰ ﷺ کو خدا نے مقام قربت پر رکھا تھا۔۔۔ سرِ مصطفیٰ ﷺ کو خدا نے مقام مشاہدات عطا کرنے تھے۔ گویا نفس مصطفیٰ ﷺ کی حیات خدمت میں رکھ دی گئی۔۔۔ قلبِ مصطفیٰ کی بقاء محبت میں رکھ دی گئی۔۔۔ روحِ مصطفیٰ ﷺ کا قیام قربت میں رکھ دیا گیا۔۔۔ اور سرِ مصطفیٰ ﷺ کی غذا مشاہدۂ حق میں رکھ دی گئی۔

لباسِ حقیقتِ مصطفیٰ ﷺ

یہ چاروں سعادتیں تھیں جو لامکاں میں بارگاہ محمدی ﷺ کو عطا کردی گئیں۔ اب یہاں بشریت و

نورانیت مصطفیٰ ﷺ کا سفر نہیں بلکہ حقیقت مصطفیٰ ﷺ کا سفر ہے۔ اس لئے کہ بشریت بیت المقدس پر رہ گئی، نورانیت سدرۃ المنتہیٰ پر رہ گئی، اب یہ حقیقتِ مصطفیٰ ﷺ ہی تھی جو لامکاں کی طرف محو پرواز تھی۔ اس حقیقت کے لباس کچھ اور تھے۔ دنیا والوں کے لئے بشریت کا لباس ہے۔ سماوی مخلوق کے لئے روحانیت کا لباس ہے جبکہ حقیقتِ محمدی ﷺ کا لباس اور ہے۔ محمدیت کے لباس میں نفسِ مصطفیٰ بھی واصل محبوب۔۔۔ قلب بھی واصل محبوب۔۔۔ روح بھی واصل محبوب اور سر بھی واصل محبوب تھا۔ ایک طرف نفس خدمت میں محو تھا۔۔۔ قلب محبت میں محو تھا۔۔۔ روح قربت میں محو تھی۔۔۔ سر مشاہدۂ یار میں محو تھا۔۔۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا لباس کچھ اور تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب تجلی پڑی تو کوہِ طور ریزہ ریزہ ہوگیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوگئے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کو قربتوں سے ہمکنار فرمایا، چونکہ آپ ﷺ اپنی حقیقت کے لباس میں موجود تھے اسی بناء پر بلاحجاب دیدار کرتے رہے مگر نہ طور کی طرح ہوئے اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند بے ہوش بلکہ رب کائنات نے خود فرمایا کہ مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔

موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

رب ارنی ''مولیٰ تجھے میں دیکھنا چاہتا ہوں''۔

رب نے فرمایا: لم ترانی.

''اے موسیٰ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا''۔

اس لئے کہ اے موسیٰ اس لباس کے ساتھ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ اسباب کی دنیا میں رہ کر لامکاں والے کو نہیں دیکھا جاسکتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اصرار جب بڑھتا ہے تو فرمایا:

انظر الی الجبل ''اس پہاڑ کی طرف دیکھ''۔

فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰنِیْ.

''پس اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو عنقریب تم میرا جلوہ کرلوگے''۔ (الاعراف:۱۴۳)

معلوم ہوا کہ یہ ''طور'' بھی اسباب دنیا کا طور ہے۔ تو ابھی اسباب کی دنیا میں ہے، اسباب میں رہ کر مجھے نہیں دیکھ سکتے:

فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ. (الاعراف:۱۴۳)

''پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر (اپنے حسن کا) جلوہ فرمایا تو (شدّتِ انوار سے) اسے ریزہ ریزہ کردیا''۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو ''طور'' خدا کی تجلی برداشت نہ کرسکا تو خدا نے اس کی قسم کیوں کھائی ہے؟ پتہ چلا یہ قسم اس ''طور'' کی نہیں تھی بلکہ کسی اور ''طور'' کی تھی جو شب معراج ظہور پذیر ہوا۔ جو اپنی جگہ پر قائم نہ رہ سکا، اس طور نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب کیسے دکھانا تھا۔ پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا اور موسیٰ علیہ السلام بھی بے ہوش ہوگئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بے ہوش ہونے کا سبب کیا ہے۔۔۔؟ اس کا سبب درحقیقت ''لباس'' ہے۔ لباس مصطفیٰ ﷺ اور ہے، لباس موسیٰ اور ہے۔۔۔ لباس نبوت اور ہے، لباس نبوتِ مصطفیٰ ﷺ اور ہے۔ لباس بشریت اور ہے، لباسِ بشریتِ مصطفیٰ ﷺ اور ہے۔۔۔ لباس نورانیت اور ہے، لباسِ نورانیتِ مصطفیٰ ﷺ اور ہے۔ لباس عرفان اور ہے، لباسِ عرفانِ مصطفیٰ ﷺ اور ہے۔ لباس حقیقت اور ہے، لباسِ حقیقتِ مصطفیٰ ﷺ اور ہے۔ لباس مشاہدہ اور ہے، لباس مشاہدہ حق للمصطفیٰ ﷺ اور ہے۔

حقیقتِ محمدی ﷺ کا سفر

اب عالم لامکاں میں نفس مصطفیٰ ﷺ عامِ نفس جیسا نفس ہے۔۔۔ نہ قلب مصطفیٰ ﷺ عام قلب جیسا قلب ہے۔۔۔ نہ روح مصطفیٰ ﷺ عام روحوں جیسی روح ہے۔۔۔ نہ حقیقت مصطفیٰ ﷺ عام حقیقتوں جیسی حقیقت ہے۔۔۔ نہ ہی سرِ مصطفیٰ ﷺ عام اَسرار جیسا سِر ہے۔۔۔ اور نہ ہی مشاہدۂ مصطفیٰ ﷺ کسی اور جیسا ہے۔

شیخ ابوالحسن نوری فرماتے ہیں کہ مقام مصطفیٰ ﷺ دَنَا میں اور تھا، فتدلی میں اور تھا۔ اس طرح کہ

دَنَا عَبۡدًا فَتَدَلّٰی فَرۡدًا.

دنا کے مقام پر وہ مقام عبدیت پر تھے، فتدلی کے مقام پر وہ مقام فردیت پر آ گئے۔

دنی مکیا فتدلی فلکیا.

دنی کے مقام پر وہ مکی تھے، فتدلی کے مقام پر وہ ملکوتی ہوگئے۔

دنا فرشیا فتدلی عرشیا

دنا کے مقام پر وہ فرشی تھے کیوں کہ اس کی یاد بھی ساتھ لائے تھے، جب لباس اتر گئے تو فتدلی کے مقام پر عرشی ہوگئے۔

دنا مجاهدا فتدلی مشاهدة .

دنا کے مقام پر ظہور مجاہدہ تھا اور فتدلی کے مقام پر ظہور مشاہدہ تھا۔

دنا طالبا فتدلی مطلوبا.

دنا کے مقام پر طالب رہے، فتدلی پر مطلوب بھی ہوگئے۔

دنا افتقارا فتدلی افتخارا.

دنا کے مقام پر صرف فقر میں تھے، فقر کی شان بھی تھی، فتدلی کے مقام پر فخر بھی تھا، افتخار بھی تھا۔

دنا مادحا فتدلی ممدوحا.

دنا پر حمد بیان کر رہے تھے، فتدلی کے مقام پر کوئی اور ان کی حمد بیان کر رہا تھا۔

دنا شاکرا فتدلی مشکورا.

دنا پر پہلے خود شاکر تھے، تدلی پر مشکور بھی ہوگئے۔

لباس ہائے مصطفیٰ ﷺ پر انعاماتِ الٰہیہ

جب دنی کے مقام پر تھے تو **ترک نَفۡسَهٗ فی السماء** نفس کو آسمانی دنیا تک چھوڑ دیا۔۔۔ فتدلی کے مقام پر آتے ہیں تو **ترک قلبه فی السدرة المنتهی** اپنے دل کو سدرۃ المنتہیٰ پر چھوڑ دیا۔۔۔ **وترک روحه فی قاب قوسین**، روح کو قاب قوسین پر چھوڑ دیا۔۔۔ جب نفس، دل اور روح بھی نیچے رہ گئے تو **فبقی سره وربه** اب صرف سرِ مصطفیٰ ﷺ اور رب مصطفیٰ ﷺ رہ گئے۔

یہ حقیقتِ محمدی ﷺ کا سفر ہے جہاں ہر کوئی پیچھے رہ گیا ہے۔ اب نفس پوچھنے لگا: **این القلب** "دل کہاں ہے۔۔۔؟" **وقال القلب این الروح** دل پوچھتا ہے: روح کدھر چلی گئی۔۔۔ **قال الروح این السر**، روح پوچھتی ہے: سر کدھر گیا؟ **وقال السر این الحبیب**، سر پوچھتا ہے: میرا محبوب کدھر ہے؟ جس کی خاطر سب کچھ چھوڑ دیا۔ اب تو وہ آجائے اور اپنی قربت عطا کر کے اپنا دیدار کرادے۔

اب ہر لباس کو اس کا انعام بھی تو عطا کرنا ہے۔

لہٰذا نفس مصطفیٰ کو بھی انعام عطا کیا اور فرمایا:

یا نفس محمد ﷺ فلک النعمة والمغفرة.

اے نفس مصطفیٰ ﷺ تیرے لئے نعمتیں ہیں اور تیری امت کے لئے مغفرتیں ہیں۔

ویاقلب فلک العشق والمحبة.

اے قلب مصطفیٰ ﷺ تیرے لئے میرا عشق بھی ہے میری محبت بھی ہے۔

ویا روح بک الکرامه والقرابة.

اے روح مصطفیٰ ﷺ تجھے کرامت بھی ہو اور تجھے قرابت بھی عطا کردی۔

یا سر انا لک وانت لی.

اے سرِ مصطفیٰ ﷺ تیرے لئے میں ہوں اور میرے لئے تو ہے۔

ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کی صورت میں موجود "طور" حقیقی "طور" ہے، اس لئے جلوہ یار سے بہرہ یاب ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جس "طور" پر چڑھ کر طلب دیدار کے لئے عرض کیا تھا وہ زمینی طور تھا اس لئے ریزہ ریزہ ہوگیا۔ جبکہ والطّور کے ذریعے جس "طور" کی قسم کھائی جارہی ہے وہ عرشی وسماوی طور ہے، نورانی و حقیقی طور ہے۔ اس لئے

او ادنی کے مقام پر جلوہ یار کرکے واپس بھی آ گئے۔

یہ حقیقتِ طور، یہ حقیقتِ مصطفیٰ ﷺ اور حقیقتِ مقام مصطفیٰ ہے۔ وہ ''طور'' ریزہ ریزہ ہوکر بتا گیا کہ میں مستقر نہیں جبکہ یہ ''طور'' استقامت کا پیکر تھا، مکہ کی وادیوں سے چلا اور اَوْ اَدْنٰی کی بلندیوں سے ہمکنار ہوا۔

''طور'' کا پیغام

جو مستقر ہوتے ہیں، حقیقت والے ہوتے ہیں وہ سات سمندر بھی پی لیں تو اس کا اظہار نہیں کرتے۔ اس لئے کہ جس کا اظہار خود وہ شان کریمی کررہی ہوتو انہیں خود اپنے اظہار کی حاجت نہیں رہتی۔ جو پیکر استقامت ہوتے ہیں، وہ ریزہ ریزہ نہیں ہوتے۔ پس جو صاحبانِ استقامت نہ ہوں، خود ریزہ ریزہ ہوجائیں تو ان کے در پر نہ جایا کرو بلکہ جو ''طور'' کا فیض لے کر تمہارے پاس آئیں، ان کے قدموں سے جڑ جایا کرو۔ وہ خود بھی جڑے ہوئے ہوتے ہیں اور آنے والے کو بھی جوڑ کر رکھتے ہیں۔ جو اس حقیقت سے جڑ جاتے ہیں، وہ مستقر ہوجاتے ہیں۔

یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ ذاتیں، نسبتیں، ادارے، منزلیں، قائد، مربی، راہنما اور شیخ بہت ہیں۔ اگر کسی کامل کی تلاش میں ہیں تو یہ دیکھیں کہ جو اپنی ذات میں مستقر نہ ہوسکے، جو اپنی ذات میں اس بارگاہ کی تجلیات کا ''طور'' نہ بن سکے، وہ مرید/ کارکن کو کچھ نہیں دے سکتا۔ کوہ طور کے ذریعے پیمانہ مل گیا کہ جو خود مستقر ہوجائے وہ دوسروں کو بھی استقرار دیتا ہے اور جو خود تجلی برداشت نہ کرسکے وہ دوسروں کو کچھ نہ دے گا۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ شیخ کامل کون ہوتا ہے۔۔۔؟ ولی کامل ہوتا ہے۔۔۔؟ اس کا جواب اسی استقرار میں پوشیدہ ہے۔ ذہن نشین کرلیں کہ ولایت، بشریت کی بات نہیں بلکہ روحانیت اور نورانیت کی بات ہے۔۔۔ زمینی اور دنیا کی بات نہیں، بلکہ ولایت اللہ اور رسول ﷺ سے دوستی کا نام ہے۔ جن سے دوستی کرنی ہے اگر وہ زمینی نہیں تو ولایت بھی زمینی نہ ہوئی۔ پس ہمیں پیمانہ مل گیا کہ جسے استقرار مل گیا ہو وہی استقرار دے سکتا ہے۔۔۔ جسے تمکن مل گیا ہو وہی تمکن دے سکتا ہے۔۔۔ جسے اطمینان مل گیا ہو وہی اطمینان دے سکتا ہے۔۔۔ جو تجلی کو برداشت کرنے کا ملکہ رکھتا ہو وہی ''پرتو'' دے سکتا ہے۔۔۔ جو خود دیکھ کے برداشت کرسکتا ہو وہی آپ کو جلوہ کروا سکتا ہے۔۔۔ جو دیکھ کر برداشت کرسکتا ہو وہی آپ کو دکھلا سکتا ہے۔۔۔ جو خود وہاں جاتا ہو، وہی وہاں لے جاسکتا ہے۔۔۔ جس کو منزل کا پتہ ہو وہی لے جاسکتا ہے۔ لیکن جو خود جاہل ہو وہ اوروں کو کہاں لے جائے گا۔

اگر آج ہم نے اپنے آپ کو ''مستقر'' کے ساتھ وابستہ نہ کرلیا تو زمانے اور دنیا کی آندھیاں ہمیں تباہ و برباد کردیں گی اور اگر حقیقی ''طور'' سے نسبت ہوگئی تو وقت کے طاغوت بھی ہمارے سامنے خس و خاشاک کی طرح بہہ جائیں گے۔ ہر دور کا ایک ''طور'' ضرور ہوتا ہے۔ جسے حقیقی طور یعنی ذاتِ مصطفیٰ ﷺ سے انعام و اکرام اور فیوضات و نوازشات مل رہی ہوتی ہیں۔ صرف اس کو پہچاننے کی ضرورت ہے۔ بلاشبہ آج تحریک منہاج القرآن اور شیخ الاسلام کے ذریعے حقیقی طور یعنی ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کا فیض تقسیم ہورہا ہے۔ اسلام کے احیاء اور تجدید دین کا فریضہ ادا ہورہا ہے۔ انفرادی، قومی اور بین الاقوامی سطح تک اسلام کے پیغام امن و محبت کو عام کیا جارہا ہے۔ عوام کے بنیادی حقوق کی بحالی کی جدوجہد کی جارہی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ لوگوں کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ حقیقی تعلق قائم کیا جارہا ہے۔ ضرورت ان کے ساتھ وابستہ ہونے اور عملی جدوجہد میں شریک ہونے کی ہے۔ اس وابستگی میں ہی اللہ تعالیٰ نے اطمینان اور سکون کی نعمتیں پوشیدہ رکھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں معراج النبی ﷺ کا حقیقی فیض عطا فرمائے اور امت مسلمہ، اہل پاکستان کو بھی باطنی معراج سے بہرہ یاب فرمائے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین ﷺ۔

افسوسناک مذہبی و دعوتی رویے

ڈاکٹر نعیم مشتاق☆

اسلام کو دوسروں کے سامنے کس طرح پیش کریں؟ یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر بدقسمتی سے زندگی کے عملی تجربات کو سامنے رکھ کر ہمارے ہاں کوئی واضح اور حقیقی طریقۂ کار وضع نہیں کیا گیا۔ موجودہ تبلیغی تنظیموں کا طریقۂ کار ثوابی ہے، انقلابی نہیں۔ ان طریقوں سے مبلّغ کو اس کی کوششوں پر ثواب ضرور ملتا ہے مگر وہ معاشرے میں کوئی قابل ذکر تبدیلی پیدا نہیں کر سکتا۔ انقلابی اور مؤثر طریقہ تبلیغ کی بنیاد حقیقت پر مبنی ہوتی ہے۔ حقیقی طریقۂ تبلیغ میں قربانی زیادہ ہوتی ہے اور یہ قربانی ثواب کی ہوتی ہے۔ اگر ہم اپنے حصے میں ملنے والا ثواب قربان کر کے اسلام کی سربلندی کے لیے کام کریں تو آج اسلام کے عروج کا نظارہ ایک مرتبہ پھر اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔ اگر محض ثواب کی نیت رکھ کر جنت میں گھر بنانے میں مشغول ہو جائیں تو پھر معاشرے میں ایسی تبدیلی ہرگز پیدا نہیں ہوتی جو اسلام کا منشاء و مقصود ہے۔

آج ہم صرف ثواب کے حصول کے لیے کام کرتے ہیں تاکہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ خوش ہو جائیں مگر یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور حضور نبی اکرم ﷺ کی خوشنودی کے حصول کا طریقہ صرف ثوابی کام کرنا نہیں بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اسلام کی سربلندی کی نیت رکھ کر دین کی خدمت کی جائے۔ ثواب کو ثانوی حیثیت دیتے ہوئے صرف نتائج کے حصول کے لیے کام کیا جائے تاکہ اسلام کے احیاء اور تجدید دین کے ثمرات انفرادی و اجتماعی سطح پر اپنے اور پرائے سب اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔ افسوس! آج ہر مبلّغ کو جنت میں گھر بنانے کی فکر تو ہے مگر اس دنیا میں اسلام کے گھر کی حالت کی کسی کو فکر نہیں۔

معاشرے میں تبلیغی و مذہبی موثریت کا نہ پایا جانا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ہمارے موجودہ مذہبی و تبلیغی نظام میں کچھ کمزوریاں اور نقائص ایسے ہیں جن کی وجہ سے ہمیں اس محاذ پر کماحقہ کامیابی نصیب نہیں ہو رہی۔ زیر نظر تحریر میں موجودہ مذہبی و تبلیغی نظام میں موجود کمزوریوں اور سقم کا جائزہ لیا جائے گا تاکہ ان کا سدِّ باب ہو سکے اور اسلام کی حقیقی فروغ و اشاعت ممکن ہو سکے۔

موجودہ مذہبی صورتِ حال

جب ہمارے مبلغین اور داعیین اسلام کی دعوت کا علم لے کر نکلتے ہیں تو ان میں سے اکثریت اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ کے الوہی پیغام کو شعوری یا لاشعوری طور پر نظر انداز کر دیتی ہے۔ جس بناء پر اُن کی دعوت میں موثریت پیدا نہیں ہوتی۔ ذیل میں اُن چند مذہبی و رویوں اور تبلیغی کمزوریوں کا ذکر کیا جا رہا ہے جو

☆ nmushtaq786@gmail.com

بدقسمتی سے ہمارے نظامِ دعوت میں موجود ہیں:

۱۔ حلیہ پرستی ہے، کردار پرستی نہیں

دعوتِ دین کا ذمہ اٹھانے والی جماعتوں کا ایک قابلِ ذکر ''کارنامہ'' یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی جماعتوں کے پلیٹ فارم سے ''فکری و نظریاتی تشخص'' کے نام پر مخصوص حلیوں کو فروغ دے کر یہ بات معاشرے کو سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ صرف مخصوص حلیے کے لوگ ہی اسلام سے محبت کرنے والے ہیں اور اس حلیے کو نہ اپنانے والے دنیا پرست۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں کردار کا اندازہ حلیوں سے لگایا جاتا ہے۔ داڑھی رکھ کر مخصوص حلیہ اپنانے والے کو مذہبی طبقہ جس عزت سے نوازتا ہے وہ کوٹ اور ٹائی والے کلین شیو کو اتنا ہی عزت کا حقدار نہیں سمجھتا، خواہ وہ داڑھی والے سے علم اور عمل میں کئی گنا بہتر ہی کیوں نہ ہو۔

کلین شیو اگر زیارت رسول ﷺ کا دعویٰ کرے تو مشکوک اور اگر داڑھی والا یہ کہے کہ حضور ﷺ نے کرم فرمایا اور میری بیماری کے ایام میں خواب میں میرے پاس تشریف لائے اور اپنی زیارت سے نوازا تو یہ بیان قومی اخبارات میں نمایاں سرخی کے طور پر چھپے، عقیدت منداس پر کتابیں لکھیں۔ ان مذہبی جماعتوں کے قائدین نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فضل کو حلیوں کے تابع کر دیا ہے۔ اب تو قلب و باطن کی پاکیزگی و طہارت کا اندازہ بھی داڑھی کی لمبائی سے لگایا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''خدائے زندہ کی قسم، ایسے لوگ بھی ہیں جن کی آنکھوں سے ایک آنسو بھی نہ ٹپکا اور وہ ان ہزاروں سے زیادہ روتے ہیں جو آنسو بہاتے ہیں'' مگر ہمارے ہاں تو جو کوئی صرف لفظ ''اللہ'' کی آخری ''ہ'' کو جس قدر درد انگیز آواز میں نکالتا ہے وہ اسی قدر قربتِ الٰہی سے فیض یاب سمجھا جاتا ہے۔

اس حلیہ پرستی سے سب سے بڑا نقصان یہ پہنچا کہ اب دعوتِ اسلام کی ذمہ داری مخصوص طبقات تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ پہلے ہر مسلمان اپنا ذاتی فرض سمجھتا تھا کہ اپنے ذاتی عمل سے اسلام کی سربلندی کے لیے کام کرے مگر اب یہ صرف مذہبی طبقوں کی ذمہ داری رہ گئی ہے۔ پہلے پورا معاشرہ دعوتِ اسلام کے لیے مل جل کر کام کرتا تھا، اب اس کام کے لیے تنخواہ دار مبلّغ رکھے جاتے ہیں۔ پہلے دعوتِ اسلام ہر مسلمان کی زندگی کا حصہ تھی مگر اب یہ معاشرے کے ایک خاص طبقے کی ذمہ داریوں کا حصہ رہ گئی ہے۔

۲۔ جماعت پرستی ہے، اسلام پرستی نہیں

حضور نبی کریم ﷺ تو ہمارے لیے دین کا تصور لے کر مبعوث ہوئے مگر ہم نے آج اپنے طرزِ تبلیغ میں دین کے تصور پر مسلک کو زیادہ اہمیت دے رکھی ہے، بلکہ صورتِ حال مزید خراب ہوتے ہوئے یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ اب مسلک کی جگہ مذہبی سیاسی جماعتوں نے لے لی ہے۔ (جو شخصیت پرستی کے رجحان کی جدید شکل ہے)۔

آج قرآن مجید کو پڑھنے کے بجائے ان جماعتوں کے ترتیب کردہ نصاب زیادہ پڑھائے جاتے ہیں۔ رجوع الی القرآن کی بات صرف تقریر کو سجانے کی غرض سے کی جاتی ہے۔ اگر یہ صرف اسلام کی دعوت کا کام ہے، جماعت پرستی نہیں تو یہ کیسا اسلام ہے جس کے فروغ کے لیے مختلف جماعتیں آپس کے فروعی اختلافات کو بھی براشت نہیں کرتیں اور ایک دوسرے پر کفر و شرک کے فتوے لگائے جاتے ہیں۔

اسلام پرستی تو یہ کہتی ہے کہ **وتعاونوا علی البر والتقویٰ** یعنی نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو مگر ہماری دینی جماعتوں کے قائدین کو نیکی اور تقویٰ صرف حصولِ اقتدار میں نظر آتا ہے، تبلیغِ اسلام میں نہیں۔ یہاں اقتدار کی ہوس میں بڑے بڑے سیاسی اتحاد تو ہو

سکتے ہیں مگر اسلام کی مؤثر اور جدید طرز تبلیغ کے لیے فروعی اختلافات کو نظر انداز کرنا جماعتوں کی بقا اور نیک نامی کے لیے خطرناک سمجھے جاتے ہیں۔

اکثر و بیشتر مذہبی لیڈروں نے یہ وطیرہ بنا رکھا ہے کہ وہ دوسروں سے تعاون تو مانگتے ہیں مگر خود کسی کے ساتھ تعاون کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ لہٰذا جواباً دوسرے بھی عدم تعاون کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ مظلوموں کی مدد کے لیے رسولِ اکرم ﷺ نے جوانی میں معاہدہ ''حلف الفضول'' میں شمولیت اختیار کی تھی۔ ہجرت مدینہ کے بعد زمانہ عروج میں بھی آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ آج بھی مجھے کوئی اس طرح کے معاہدہ کی طرف بلائے تو میں تیار ہوں۔ اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں تعاون کرنا تو درکنار آج ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ایک دوسرے کو حریف سمجھنے لگ جاتے ہیں۔

اپنے معمولی کام پر بھی مبالغہ آرائی سے کام لیا جاتا ہے جبکہ دوسرے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیں تو تعریف کا ایک لفظ ادا کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔ اتحاد و اتفاق کی باتیں محض دکھاوا ہوتی ہیں جبکہ اندر سے ایک دوسرے کی جڑیں کاٹنے کا عمل جاری رہتا ہے۔ قول وفعل کے تضاد، منافقت اور اس شانِ افتراق کے ساتھ اسلام کے نعرے بھی جاری رہتے ہیں۔ اس ساری منافقت اور تضاد کا باعث یہ ہے کہ جماعت کے نظم و ضبط کی پابندی کو تو ضروری خیال کیا جاتا ہے مگر اسلام کے اصول وقوانین اور تعلیمات کو یکسر نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

۳۔ شخصیت پرستی ہے، فکر پرستی نہیں

''تم نے کل جلسہ میں ہم سب کے ساتھ مل کر ''زندہ باد'' کے نعرے کیوں نہیں لگائے؟''

''میں طبعاً خاموش رہتا ہوں۔ مجھے اچھا نہیں لگتا اور یہ میری عادت ہے، نفرت نہیں''۔

''یہ کیسی عادت ہے؟ سیدھی طرح کیوں نہیں کہتے کہ اب تم ہماری فکر اور نظریے سے متفق نہیں۔ اللہ نے کتنی مدت کے بعد امت مسلمہ کی فلاح و بہبود کے لیے ''قائد'' کو پیدا کیا اور تمہیں اس انعام الٰہی کا شکر ادا کرنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔ آئندہ ہمارے ساتھ مت بیٹھا کرو''۔

یہ گفتگو مجھے ایک مذہبی یونیورسٹی کے طالب علم نے سنائی جو مجھ سے یہ مشورہ لینے آیا تھا کہ ''سر! اب میرے تمام یونیورسٹی کے ساتھی طالب علم محض اس لیے مجھ سے کتراتے ہیں کہ میں جلسے جلوسوں میں اپنی مذہبی جماعت کے بانی کے جوشیلے نعرے نہیں لگاتا۔ میں تو اس مذہبی یونیورسٹی میں اس لیے اسلام پڑھنے آیا تھا تاکہ اپنے علاقے میں جا کر مؤثر طریقے سے اسلام کی دعوت کا کام سرانجام دے سکوں مگر یہاں صورتِ حال یہ ہے کہ اگر میں طبعاً اور اپنے ذوق کے ہاتھوں مجبور ہو کر ان نعرہ بازیوں میں شامل نہیں ہوتا تو میرے دوست احباب کو میری ایمان اور اسلام سے محبت تک مشکوک نظر آنا شروع ہو جاتی ہے''۔

مذہبی جماعتوں نے شخصیت پرستی کو اس طرح فروغ دیا ہے کہ انہوں نے معاشرے کو متحدہ کرنے کی بجائے مزید ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ فکری و نظریاتی تشخص کے نام پر گزشتہ 67 سالوں میں مختلف طبقات پیدا کر کے ہم اسلام اور پاکستان کی کیا خدمت کر رہے ہیں۔ اس بات کی سمجھ نہیں آتی۔

اقتدار کی ہوس میں ان جماعتوں نے ایک اور قابلِ ذکر کارنامہ سرانجام دیا ہے کہ انہوں نے فکر پرستی کو نایاب شئے بنا دیا ہے۔ فکر پرستی کی طرف کوئی اس لیے راغب نہیں ہوتا کیونکہ یہ اب آسانی سے دستیاب نہیں۔ ان مذہبی جماعتوں کے بانیوں نے اپنی ساکھ بہتر بنانے کی خاطر فکری دائروں میں اتنی لکیریں کھینچ دی ہیں کہ عام آدمی کے لیے حق پہچاننا مشکل ہو گیا ہے۔ طبیعت فطرتاً آسانی کی طرف لپکتی ہے اور شخصیت پرستی، فکر پرستی کی

نسبت بہت آسان کام ہے۔ ماضی کی تاریخ گواہ ہے کہ اسلام شخصیت پرستی سے نہیں بلکہ فکر پرستی سے پھیلا ہے مگر ہمارے معاشرے میں قیادت کا سکہ جمائے رکھنے کے لیے فکر ونظریہ سے محبت ممنوع بلکہ مضر صحت ہے۔

اسلام میں شخصیات سے محبت کا مدار اصل میں وہ فکر، فلسفہ، تعلیم اور تربیت ہی ہے جو یہ شخصیات اپنے پیروکاروں کو نصیحت کرتی ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اسلام میں شخصیت پرستی کا مطلب اصل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات سے محبت ہی کا نام ہے اس لئے کہ جب ان شخصیات سے تعلیماتِ اسلام سن کر ذوق و شوق پیدا ہوتو یہ ذوق وشوق انہی شخصیات ہی کے مرہون منت ہے۔ لہٰذا ان شخصیات سے محبت کو اس معنی میں شخصیت پرستی نہیں کہا جاسکتا جس معنی میں آج کے دور میں فکر، وعظ ونصیحت کے بغیر ہی اندھا دھند تقلید کرتے ہوئے بغیر کسی قابلیت و اہلیت کے نام نہاد مذہبی و سیاسی شخصیات سے محبت کے نعرے لگائے اور اُن کی تقلید کی جاتی ہے۔

۴۔ القاب پرستی ہے، قابلیت پرستی نہیں

آج جب تک نام کے ساتھ حضرت، علامہ، مفکر اسلام، غزالی دوراں وغیرہ کے عنوانات نہ لکھے ہوئے ہوں تو کوئی غور سے بات سننے پر آمادہ نہیں ہوتا۔ ہماری مذہبی جماعتوں کے قائدین نے القاب پرستی کو پھیلا کر یہ بات معاشرے کو باور کروانے کی کوشش کی ہے کہ کسی کی قابلیت کو پرکھنے کا معیار اس کے نام کے ساتھ لگے ہوئے القابات اور سابقے و لاحقے اہمیت رکھتے ہیں۔ اس القاب پرستی نے عام آدمی سے یہ حق چھین لیا ہے کہ وہ بھی اپنے سینے میں چھپی ہوئی محبتِ اسلام کو اپنے سادہ لفظوں میں بیان کر سکے۔ اس لئے کہ اسلام و ایمان کی بات کہنے کا حق ہمارے معاشرے میں صرف انہی لوگوں کو ''ودیعت'' کردیا گیا ہے اور عوام الناس بھی صرف انہی کی زبان سے سنی ہوئی باتوں کو حرفِ آخر قرار دیتی ہے اگرچہ اُن باتوں کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ''المنقذ من الضلال'' میں فرماتے ہیں کہ

''یہ ضعیف العقل لوگوں کی عادت ہے کہ حق کو لوگوں کی نسبت سے پہچانتے ہیں، لوگوں کو حق کی وجہ سے نہیں۔ عقلمند آدمی حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتا ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ حق وراستی آدمیوں سے نہیں پہچانی جاتی۔ تم پہلے حق کو پہچانو! پھر اہل حق کو بھی پہچان لو گے''۔

آج اس کے برعکس طرزِ عمل ہے کہ خیالات کے معیار کو ان کے مفاہیم سے نہیں پرکھا جاتا بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ کون کہہ رہا ہے؟ اگر کہنے والا ''مفکر اسلام''، ''حضرت'' اور ''علامہ'' ہے تو واہ واہ کے نعرے بلند ہوتے ہیں اور اگر کہنے والا ایک سادہ دل مسلمان ہے تو تنقید کے سارے تیروں کا رخ اس کی طرف کر دیا جاتا ہے۔ محض اس لیے کہ اس کی پہچان معاشرے میں ایک عام انسان/ مسلمان کے حوالے سے ہے ''علامہ'' اور ''حضرت'' کے لقب سے نہیں۔ خواہ اس کی سوچ کا معیار ''علامہ'' اور ''حضرت'' کے القابات اختیار کرنے والوں سے بلند ہو۔ اس القاب پرستی نے ہر مسلمان سے تبلیغ اسلام کا حق چھین لیا ہے۔ چونکہ اب ہم نے قابلیت کو القابات کا محتاج کر دیا ہے لہٰذا مسلمانوں کی اکثریت اپنی قابلیت کو اسلام کے فروغ کے لیے استعمال نہیں کر سکتی۔ اس کے لیے اب ''علامہ'' اور ''حضرت'' ہونا ضروری ہے۔ محض ''مسلمان'' کا عنوان قابل اعتبار نہیں رہا۔

۵۔ تقلید پرستی ہے، اجتہاد پرستی نہیں

کیا ماضی کے بزرگوں کے علم و فکر اور عملی تجربات سے فائدہ اٹھانا کوئی بری بات ہے؟ ہرگز نہیں۔ تو پھر تقلید بری کب سے ہوگئی؟ یہ تریاق سے زہر تب بنی جب ہم نے تقلید چھوڑ کر ''تقلید پرستی'' اپنا لی، جب سے

ہم نے یہ سمجھ لیا کہ اب ہمارے مخصوص مسلکی بزرگوں یا ہمارے پیرو مرشد سے زیادہ علم کسی اور کے پاس نہیں آ سکتا۔۔۔ ان سے زیادہ عقل منداب قیامت تک کوئی نہیں آئے گا۔۔۔ اللہ کا فضل صرف ''انہی'' پر ہوا ہے اور اب یہ دروازے دوسروں کے لیے بند ہو چکے ہیں۔۔۔ اب کوئی اس قابل نہیں ہو گا کہ وہ ہمارے بزرگوں کے مقام و مرتبے تک پہنچ سکے۔۔۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

تقلید تو یہ کہتی ہے کہ موجودہ مسائل کے حل ماضی کے بزرگوں کے علمی و فکری کارناموں اور اجتہادی اصولوں کی روشنی میں دوبارہ قرآن و سنت سے دریافت کیے جائیں جبکہ تقلید پرستی ماضی کو حال اور مستقبل پر زبردستی مسلط کرنے کا نام ہے۔ تقلید پیغام محبت ہے جبکہ تقلید پرستی نفرت و تعصب کی آئینہ دار ہے۔ تقلید ماضی سے اس محبت کا نام ہے جس کی روشنی میں ہم اپنا حال اور مستقبل بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ تقلید پرستی حال اور مستقبل سے مکمل کنارہ کشی کر کے صرف ماضی میں رہنے کو ترجیح دینے کا نام ہے۔ اسی لیے علامہ اقبال نے فرمایا:

نظر آتے نہیں بے پردہ حقائق ان کو
آنکھ جن کی ہوئی محکومی و تقلید سے کور

آج تقلید پرستی کے مرض میں ہماری صورت حال اس حد تک خراب ہو چکی ہے کہ ہماری تبلیغ اسلام بھی اپنے مخصوص مسلکی بزرگوں کی مخصوص کتب پر مبنی ہے۔ دوران گفتگو ہم قرآن مجید کے حوالے کم اور اپنے مسلک کے نامی گرامی علماء کے حوالے زیادہ دیتے ہیں۔ اس تقلید پرستی سے سب سے بڑی بیماری یہ پیدا ہوئی کہ آج ہم تبلیغ اسلام کے نام پر اسلام کے بجائے اپنی ''اسلامی سمجھ'' پھیلا رہے ہیں۔ قرآنی فکر کو عام کرنے کے بجائے مسلکی فکر عام کی جا رہی ہے۔ آج ہم اسلام کے پیغام کو پھیلانے کے بجائے اپنے تنگ نظر اور تعصّبات پر مبنی خیالات پھیلا رہے ہیں۔ یہ سب تقلید پرستی کے کمالات ہیں۔ علامہ نے اسی لیے کہا:

یہاں مرض کا سبب ہے غلامی و تقلید
وہاں مرض کا سبب ہے نظامِ جمہوری
نہ مشرق اس سے بری ہے، نہ مغرب اس سے بری
جہاں میں عام ہے قلب و نظر کی رنجوری

اور یہی بات علامہ کے روحانی مرشد جلال الدین رومی اپنی مثنوی کے دفترِ اول میں فرماتے ہیں کہ:

کردہ ای تاویل حرف بکر را
''تو نے اچھوتے حرف میں تاویل کی ہے''
خویش را تاویل کن نے ذکر را
''اپنے آپ کو بدل، قرآن میں تاویل نہ کر''
بر ہوا تاویل قرآں میکنی
''خواہش کے مطابق تو قرآن کی تاویل کرتا ہے''
پست وکژ شد از تو معنی سنی
''تیری وجہ سے روشن معنی پست اور کج ہو گئے ہیں''

آج بھی اس معاشرے میں غزالی و رازی اور رومی و عطار پیدا ہو سکتے ہیں بشرطیکہ اگر ہم تقلید پرستی کو چھوڑ کر اجتہاد پرستی اپنا لیں۔ تقلید پرستی تو صرف اندھے عقیدت مند پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس تقلید پرستی میں مسلک پرستی ہے اور مذہب پرستی بھی جبکہ اجتہاد پرستی میں اسلام پرستی ہے اور دین پرستی بھی۔

۶۔ نصاب پرستی ہے، قرآن پرستی نہیں

نصاب پرستی بنیادی طور پر اس رویے کا نام ہے جو دلائل میں نہیں بلکہ عمل میں نظر آتا ہے۔ دلائل سے تو نصاب کی علمی افادیت کا دفاع کیا جاتا ہے مگر عملاً اکثریت نصاب پرستی ہی میں مبتلا ہے۔ دینی مدارس کے نصابوں میں یہ چیز ہے کہ یہ اپنے اپنے مسالک کے

اکابرین سے طلباء کی شدید جذباتی وابستگی پیدا کرتے ہیں تاکہ ضرورت پڑنے پر وہ انہیں آسانی سے مسلکی اختلافات کی بھینٹ چڑھا سکیں۔

ان نصابوں کے مضامین اور متعلقہ کتب بھی بڑی ''سوچ بچار'' کے بعد منتخب کی جاتی ہیں تاکہ ہمارے مسلک کے پڑھنے والے خدانخواستہ مخالف مسلک کے اکابر کے علمی وفکری کارناموں سے آگاہ نہ ہو جائیں۔ اگر دورانِ کورس مخالف مسلک پر بحث بھی ہوتی ہے تو صرف منفی نکتہ نظر سے۔ ان کو سو فیصد گمراہ ثابت کرنے پر زور لگایا جاتا ہے اس طرح طلبہ کے ذہنی تصورات کی منفی طرز پر تعمیر پر ہوتی ہے۔ انہیں اپنے سوا ہر دوسرا گمراہ اور معاشرے میں پھیلی ہوئی تمام خرابیوں کا ذمہ دار نظر آتا ہے۔ یہی طلبہ آگے چل کر دینی قیادت سنبھالتے ہیں۔ ذرا اندازہ لگایئے کہ قیادت سنبھالنے کے بعد اب یہ حالات کا رخ کس طرف موڑیں گے؟ علامہ نے یونہی تو نہیں کہا تھا:

صوفی کی طریقت میں فقط مستیٔ احوال
مُلّا کی شریعت میں فقط مستیٔ گفتار
وہ مردِ مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستیٔ کردار

مستیٔ کردار قرآن پرستی سے پیدا ہوتی ہے نصاب پرستی سے نہیں۔ بدقسمتی سے دینی مدارس میں قرآن فراغت کے قریب پڑھایا جاتا ہے یا پھر دورہ قرآن پر اکتفاء کر لیا جاتا ہے، یہی حال حدیث کے ساتھ کرتے ہیں۔ قرآن و حدیث کو تمام معلومات کے ماخذ کے طور پر نہیں لیا جاتا بلکہ دورہ جات کی حد تک رکھا جاتا ہے۔

تاریخ انسانی نے ایک وقت وہ دیکھا تھا جب حالت جنگ میں صحابہ کرام قرآنی آیات کی زبانی تلاوت سے ناقابلِ تسخیر قلعے فتح کر لیا کرتے تھے۔ آج مدرسوں سے نصاب پرستی کے اثرات عوام میں بھی پھیل چکے ہیں۔ جن آیات کی صرف زبانی تلاوت سے ناقابل تسخیر قلعے فتح کیے جاتے تھے آج وہ ہماری کاروباری اور گھریلو پریشانیوں کے لیے کافی نہیں سمجھی جاتیں۔ آج ہماری تمام مشکلات کا حل تعویذ دھاگے سمجھے جاتے ہیں۔ گلے میں پہنے ہوئے یہ تعویذ دھاگے اگر قرآنی آیات یا احادیث نبویہ میں مذکور دعاؤں پر مشتمل ہوں تو ٹھیک، بصورتِ دیگر ہم قرآن و حدیث کو چھوڑ کر کن گمراہیوں میں مبتلا ہو رہے ہیں، اس کا اندازہ معاشرے میں جعلی عاملوں، نام نہاد پیروں اور بابوں کی بہتات سے لگایا جاسکتا ہے۔

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں!
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ کہ تو
کتاب خواں ہے، مگر صاحب کتاب نہیں

اس نصاب پرستی نے ماحول اس حد تک خراب کر دیا ہے کہ دورانِ گفتگو جو قرآن، حدیث، سنت میں سے جس کے حوالے زیادہ دے گا، اسی کی بنیاد پر اس کے مسلک اور مکتبہ فکر کا اندازہ لگایا جائے گا۔ غرضیکہ ہر فرقے اور مسلک کے لوگوں نے قرآن و سنت کو تقسیم کر کے اپنے اپنے مطلب کی چیزیں لے کر ان کو اپنی مخصوص پہچان بنا لیا ہے۔ ہر کوئی دوسرے کو گمراہ، مشرک، مردود سمجھتا ہے۔ ہمارے ہاں شیعہ، سنی، وہابی تو ہے مگر افسوس کہ مسلمان کوئی نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عوام الناس کو قرآن با ترجمہ پڑھانے کی تحریک چلائی جائے۔ ہم نے محض تلاوت قرآن سے بہت ثواب کما لیا، اب وقت کا تقاضا ہے کہ قرآن مجید کے بنیادی معنی و مفہوم سے معاشرہ کے ہر فرد کو فیض یاب کیا جائے تاکہ نام نہاد علماء، پیروں اور فقیروں کی دکانداری ختم کر کے قوم کے ہر فرد کو روزمرہ زندگی گزارنے کے لیے بنیادی خود اعتمادی فراہم کی جا سکے۔

صلاحیتوں کی تجدید

شفاقت علی شیخ

فرض کریں کہ آپ ایک جنگل میں سے گزر رہے ہیں جہاں ایک شخص بڑی تیزی کے ساتھ ایک آری کے ساتھ درخت کا تنا کاٹ رہا ہے۔ وہ شخص پسینے میں شرابور ہے۔ اُسے اس کام کو کرتے ہوئے چار گھنٹے کا وقت گزر چکا ہے۔ آپ نے اِس کی حالت دیکھ کر اُسے مشورہ دیا کہ ”تھوڑا سا آرام کر لیں اور اس دوران آپ اپنی آری کو بھی تیز کر لیں کیونکہ یہ کافی کند ہو چکی ہے۔ ایسا کرنے سے کام سہولت اور آسانی سے مکمل ہو جائے گا“۔

اس نے آپ کی بات کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ”میرے پاس آرام کرنے اور آری کو تیز کرنے کیلئے وقت نہیں ہے۔ ابھی بہت سارا کام پڑا ہے۔ مجھے اسے ختم کرنا ہے“۔

یہ کہہ کر وہ دوبارہ اپنے کام میں مشغول ہو جاتا ہے۔ معمولی سے غور وفکر سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ اگر یہ شخص چند منٹ کا وقفہ لیکر آری کو اچھی طرح تیز کر لے تو اس کے نتیجے میں یہ شخص اپنا کافی سارا وقت بچا سکتا ہے اور اپنے کام کو جلد مکمل کر سکتا ہے۔

اسی طرح ہمارے ہاں ”لالچ بُری بلا ہے“ کے عنوان کے تحت ایک غریب کسان اور اس کی پالتو بطخ کی کہانی بیان کی جاتی ہے۔ وہ بطخ روزانہ سونے کا انڈہ دیتی تھی جس سے وہ کسان نہایت خوش ہوتا۔ اُس میں لالچ اور حرص بڑھنے لگی اور اُس کے لئے ہر روز انڈے کا انتظار کرنا ایک مشکل سا کام بن گیا۔ چنانچہ ایک روز وہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ وہ بطخ کو ذبح کر دے گا اور اُس کے اندر سے ایک ہی مرتبہ تمام انڈے نکال لے گا تاکہ اُسے روزانہ انتظار کی کوفت برداشت نہ کرنی پڑے۔ لیکن جب وہ بطخ کو ذبح کرنے کے بعد اُس کا پیٹ چاک کرتا ہے تو وہاں اُسے کوئی انڈہ نہیں ملتا اور نہ ہی آئندہ انڈوں کے ملنے کی کوئی اُمید باقی رہتی ہے۔

اگر یہ شخص لالچ اور بے صبری کا شکار ہو کر ایک ہی بار انڈوں کو حاصل کرنے کے شوق میں بطخ کو نہ مار ڈالتا تو وہ مستقل بنیادوں پر انڈے حاصل کر سکتا تھا۔ لیکن اب اُس نے وہ ذریعہ ہی ختم کر دیا ہے جس سے انڈے ملا کرتے تھے۔

اسی طرح ہمارے ہاں اچھی کمپنیاں اپنی اشیاء تیار کرتی ہیں وہ سالہا سال تک چلتی رہتی ہیں اور مختلف اوقات میں اُن کے چلنے کا مجموعی دورانیہ ہزاروں گھنٹوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ لیکن اگر ہم کسی اچھی سے اچھی کمپنی کی کوئی چیز خرید کر اُسے بغیر کسی وقفہ کے چلاتے جائیں تو وہ بمشکل ایک سو گھنٹے چل کر جواب دے دے گی اور خراب ہو جائے گی۔

یہی چیز جب مناسب وقفوں سے چلائی جاتی ہے تو وہ بغیر کسی خرابی کے ہزاروں گھنٹے چل سکتی ہے۔

☆ shafaqatalisheikh@yahoo.com

لیکن جب اُسے آرام کا وقفہ دیئے بغیر چلایا جاتا ہے تو وہ زیادہ سے زیادہ سو گھنٹے تک چل کر بند ہو جاتی ہے۔

پیداوار اور پیداواری صلاحیت میں توازن

مندرجہ بالا تینوں مثالوں میں جو بات قدر مشترک کی حیثیت رکھتی ہے وہ یہ ہے کہ ہر جگہ پر دو چیزیں ہیں:

۱۔ پیداوار یعنی وہ منافع جو حاصل کیا جا رہا ہے۔

۲۔ پیداواری صلاحیت، یعنی وہ ذریعہ اور وسیلہ جس کے ذریعے سے مطلوبہ منافع حاصل کیا جا رہا ہے۔

پہلی مثال میں درخت کا کاٹنا پیداوار ہے جبکہ آری پیداواری صلاحیت ہے۔ دوسری مثال میں سونے کا انڈہ پیداوار ہے جبکہ بطخ پیداواری صلاحیت ہے۔ تیسری مثال میں کمپنی کی تیار کردہ شے سے فوائد حاصل ہونا پیداوار ہے جبکہ کمپنی کی تیار کردہ شے پیداواری صلاحیت ہے۔

سمجھنے والی بات یہ ہے کہ جب ہم اپنی توجہ پیداوار کو حاصل کرنے پر مرکوز کر دیتے ہیں اور اس میں انہماک ہمیں پیداواری صلاحیت کی حفاظت اور نگہداشت سے غافل کر دیتا ہے تو پھر یا تو پیداواری صلاحیت ختم ہو جاتی ہے جس کے نتیجے میں ہمیں بالآخر پیداوار سے بھی محروم ہونا پڑتا ہے جیسا کہ دوسری اور تیسری مثالوں سے آشکار ہے۔ اور یا پھر پیداواری صلاحیت کی استعداد میں کمی آ جاتی ہے اور اُس کا نتیجہ پیداوار میں کمی کی صورت میں نکلتا ہے جیسا کہ مثال نمبر ایک میں دکھائی دے رہا ہے۔ لہذا ہمارے لئے بہترین راستہ یہی ہے کہ پیداوار اور پیداواری صلاحیت میں توازن کو کسی بھی سطح پر نظر انداز نہ ہونے دیں۔ ہماری نظر ایک طرف پیداوار کے حصول پر ہو تو ساتھ ہی ساتھ پیداواری صلاحیت کی حفاظت اور نگہداشت پر بھی توجہ مرکوز ہو۔ اور اُسے بہترین حالت میں رکھنے کیلئے مناسب وقفوں کے ساتھ مناسب اقدامات اُٹھائے جاتے رہیں۔ صرف اسی صورت میں ہم اپنے مطلوبہ مقاصد لمبی مدت تک بطریق احسن حاصل کر سکتے ہیں۔ بصورت دیگر پیداواری صلاحیت کو نظر انداز کرنے کی صورت میں وقتی طور پر تو شاید ہمیں پیداوار کے حوالے سے توقع سے بھی بڑھ کر شاندار نتائج مل جائیں لیکن جلد یا بدیر ہمیں اُن سے مستقل طور پر محروم ہونا پڑے گا۔

پیداوار اور پیداواری صلاحیت میں توازن کا مسئلہ کسی خاص شعبے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ ایک ہمہ گیر اُصول ہے جس کا تعلق ہر شعبۂ حیات سے ہے۔ مثلاً ایک فیکٹری کا مالک جو کچھ تیار کرتا ہے وہ پیداوار ہے اور جس مشینری کے ذریعے تیار کرتا ہے وہ پیداواری صلاحیت ہے۔ اگر وہ پیداوار کی ایک خاص مقدار مستقل بنیادوں پر حاصل کرنا چاہتا ہے تو اُس کے لئے اس کے بغیر چارہ ہی نہیں ہے کہ وہ مشینری کی کارکردگی کو برقرار رکھنے کیلئے اُسے دانشمندانہ طور پر استعمال میں لائے۔ مناسب وقفوں سے اُسے آرام دے۔اُس کی صفائی و ستھرائی اور تعمیر و مرمت (Maintenance) کے تمام تر تقاضے ساتھ ساتھ پورے کرتا رہے۔ اسی طرح ایک کار کا مالک اپنی کار سے سفری سہولیات کی صورت میں جو پیداوار حاصل کرنا چاہتا ہے تو اُس کے لئے اُسے پیداواری صلاحیت یعنی کار کی حفاظت کرنا ہوگی۔ اُس کے کام اور آرام کے وقفوں میں توازن قائم رکھنا ہوگا۔ حسب ضرورت اس میں پٹرول ڈلوانا ہوگا۔ مناسب وقفوں کے بعد اس کی صفائی ستھرائی اور تیل بدلی (Changing the Engine Oil) نیز اُس کی شکست و ریخت کو ساتھ ہی ساتھ درست کرنا ہوگا۔ صرف اسی صورت میں کار اُس کے مطلوبہ مقاصد کو عرصہ دراز تک بطریق احسن پورا کر سکتی ہے۔

پھر یہ اُصول صرف مادی چیزوں تک محدود نہیں ہے بلکہ انسانی تعلقات اور رشتوں ناطوں میں بھی اس توازن کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے۔ دوسروں سے

تعلقات کے ضمن میں اُن کی طرف سے حسبِ ضرورت جو مدداور تعاون ہمیں ملتا ہے وہ پیداوار ہے جبکہ باہمی تعلقات کا خوشگوار ہونا اور اعتماد کے اعلیٰ درجے کا برقرار ہونا پیداواری صلاحیت ہے۔ اگر ایک شخص اپنی تمام تر توجہ تعلقات سے مفادات اور ثمرات کو سمیٹنے پر مرکوز کر دے اور اس بات کی پرواہ نہ کرے کہ اُس کے طرز عمل سے دوسرے کس طرح متاثر ہو رہے ہیں تو بہت جلد وہ وقت آجائے گا جب اُن کی نظروں میں اس کی تصویر ایک لالچی، خودغرض اور مفاد پرست شخص کی سی بن جائے گی۔ تعلقات سرد مہری کا شکار ہو جائیں گے۔ پیداواری صلاحیت کے متاثر ہونے کے بعد پیداوار کے مطلوبہ درجہ کا حصول بھی ناممکن ہو جائے گا۔

دنیا میں کسی بھی قسم کے اثاثہ سے بھر پور اور متواتر فائدہ اُٹھانے کیلئے اصل اثاثہ کی حفاظت کرنا بہت ضروری ہے اور دنیا کے اندر بے شمار قسم کے اثاثہ جات پائے جاتے ہیں لیکن ان تمام اثاثہ جات میں سے سب سے قیمتی اور انمول اثاثہ ہے:

''انسان کی اپنی ذات''

جتنی بھی ترقیاں، کامیابیاں اور کامرانیاں انسان دنیا میں حاصل کرتا ہے اور جس جس معاملے میں جو جو کارہائے نمایاں سرانجام دیتا ہے اور جتنے بھی معرکے سر کرتا ہے اُن سب کا دارومدار اُس کی اپنی ذات پر ہی ہوتا ہے۔ لہذا خارجی دنیا میں کسی بھی قسم کے نتائج حاصل کرنے کیلئے اُس کے اپنے وجود کا اعلیٰ ترین حالت میں ہونا یعنی ''صلاحیتوں کی تجدید'' بہت ضروری اور اولین شرط ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ مختلف مقاصد کے حصول کیلئے جدوجہد کرنے کے ساتھ ساتھ وقتاً فوقتاً مسلسل اور متواتر بنیادوں پر اپنی صلاحیتوں، توانائیوں اور استعداد کی تجدید (Renewel) کرتے رہنا تاکہ وہ بہترین حالت میں رہیں اور بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کر سکیں۔ بصورت دیگر غفلت اور عدم توجہی کے ارتکاب کی صورت میں وہ شکست و ریخت کا شکار ہو کر پژ مردہ ہو جائیں گی۔ نتیجتاً مطلوبہ مقاصد کا حصول ناممکن ہو جائے گا۔

اگر ہمارا اپنا وجود ہی خزاں رسیدہ درخت کی طرح مرجھایا ہوا ہو گا اور ہماری صلاحیتیں ہی تھکی ماندی ہوں گی تو پھر ہمارے اندر وہ جوش و خروش، وہ جذبہ و جنوں اور وہ عزمِ مصمم پیدا ہی نہیں ہو گا جو آگے بڑھ کر طوفانوں کا رُخ موڑ دیا کرتا ہے، پہاڑوں کا جگر پاش کر دیا کرتا ہے اور ستاروں پر کمندیں ڈالا کرتا ہے۔ لہذا اگر ہم دین، دنیا اور آخرت کے اندر کامیابیاں اور کامرانیاں حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمارے لیے بہت ضروری ہے کہ ہم اپنی صلاحیتوں کی باقاعدگی کے ساتھ تجدید کرتے رہیں اور اپنی حیات نو کیلئے ضروری اقدامات کرتے رہیں۔

بیشتر لوگ اپنے بیرونی معاملات کو سلجھانے، مسائل کو حل کرنے اور ترقی کے سفر میں آگے بڑھنے کے شوق میں ذہنی و جسمانی طور پر اتنا مصروف ہوجاتے ہیں کہ اپنی ذات کیلئے اُن کے پاس وقت ہی نہیں ہوتا۔ چنانچہ صلاحیتوں کی تجدید کے حوالے سے مسلسل غفلت اور لاپرواہی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، کیونکہ اس کا فوری طور پر اثر مرتب ہوتا ہوا دکھائی نہیں دیتا۔ غفلت اور لاپرواہی کا یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد قدرت کا قانون مکافاتِ عمل حرکت میں آنا شروع ہو جاتا ہے۔ کوتاہیوں، غفلتوں اور بداعتدالیوں کے اثرات آہستہ آہستہ اندر جمع ہو تے چلے جاتے ہیں اور انسان کو اندر سے کھوکھلا کرتے چلے جاتے ہیں۔ اس کی صلاحیتیں دیمک زدہ اور زنگ آلودہ ہوتی چلی جاتی ہیں۔ پھر وہ وقت آتا ہے جب بہت کچھ کرنے کو دل کرتا ہے لیکن نہ تو اُس کو کرنے کیلئے جذبہ، جوش و خروش ہوتا ہے اور نہ ہی عملی طور پر طاقت اور قوت ہوتی ہے۔ انسان بے شمار حسرتوں، ارمانوں اور خواہشوں کو لئے ہوئے خزاں رسیدہ پتے کی طرح شاخ حیات سے گرتا

ہے اور منوں مٹی تلے دفن ہو جاتا ہے۔

گویا پیداواری صلاحیت کو نظر انداز کرنے سے پیداوار کو حاصل کرنے کے تمام خواب اور منصوبے ادھورے رہ جاتے ہیں اور انسان نا تمام حسرتوں کو لئے ہوئے دنیا سے کوچ کر جاتا ہے۔

تجدید کے چار پہلو

صلاحیتوں کی تجدید کے حوالے سے ہمارے لئے یہ جاننا اہم ہے کہ ہماری شخصیت کے مرکزی حصے کون کون سے ہیں، جن سے شخصیت معرض وجود میں آتی ہے۔ زندگی کی وہ کون کون سی جہتیں (Dimensions) ہیں، جو ہماری شخصیت کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل چار پہلوؤں (Aspects) کو ملحوظ خاطر رکھنا بہت ضروری ہے:

(i)طبعی پہلو

اس سے مراد ہمارا جسم ہے جو مختلف اعضاء مثلاً ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، زبان وغیرہ پر مشتمل ہے۔ دنیا کے ساتھ ہمارے سارے رابطے اس جسم کے ذریعے سے ہیں۔ جو کام بھی ہم سرانجام دیتے ہیں، اُن کے اندر جسم اور اس کے اعضاء کا کردار بنیادی نوعیت کا ہوتا ہے۔ لہٰذا جسم کو شخصیت کی بنیادی اکائی(Basic unit) قرار دے دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

(ii)ذہنی پہلو

انسان کے سر میں اللہ رب العزت نے دماغ کی صورت میں ایک حیرت انگیز آلہ رکھ دیا ہے جو سارے جسم سے بذریعہ اعصاب اطلاعات وصول کرتا ہے اور اُنہیں ہدایات دیتا ہے۔ تمام جسمانی سرگرمیوں(Activities) کا دارمدار خیالات پر ہے اور خیالات کا تانا بانا یہیں پر بُنا جاتا ہے۔ عقل کا تعلق اسی حصے سے ہے۔

(iii)قلبی پہلو

انسان کے سینے میں اللہ رب العزت نے ایک دھڑکتا ہوا دل بھی رکھا ہوا ہے جو ہر قسم کے جذبات کا مرکوز و محور ہے۔ محبت، خلوص، ایثار و قربانی اور عزت و تکریم کے تمام اچھے جذبات بھی یہیں پر پیدا ہوتے ہیں، جبکہ نفرت، کدورت، حسد، حرص اور بغض و عداوت جیسے منفی جذبات بھی یہیں پر پیدا ہوتے ہیں۔ اس حصے کا تعلق ہمارے سماجی تعلقات سے ہے۔ دماغ کو اگر علم کا برتن کہہ لیا جائے تو دل کو عشق و محبت کا برتن قرار دیا جا سکتا ہے۔

(iv)روحانی پہلو

یہ ہماری شخصیت کا باطنی پہلو ہے جو اگرچہ دکھائی نہیں دیتا مگر ہماری شخصیت کا اصل مرکز و محور یہی ہے چونکہ یہ ہماری اصلیت اور حقیقت ہے اور حقیقت ہمیشہ ہی نگاہوں سے اوجھل ہوتی ہے۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کسی بھی پھل کے اندر ذائقہ اصل مقصود ہوتا ہے مگر دنیا کا کوئی بھی سائنسدان ایسا نہیں ہے جو کسی انتہائی حساس خوردبین (Microscop) کے ذریعے دکھا سکے کہ ذائقہ کہاں موجود ہے؟ جس طرح ذائقہ دکھائی نہ دینے کے باوجود پھل کے اندر موجود ہے اسی طرح روح دکھائی نہ دینے کے باوجود جسم کے اندر ایک زندہ و جاوید حقیقت کے طور پر موجود ہے۔

مندرجہ بالا چاروں پہلوؤں کے مجموعے سے شخصیت تشکیل پاتی ہے ان میں سے کسی ایک کو بھی غیر اہم یا کم اہم سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جس طرح ایک دائرے کے اندر ہر نقطہ اپنی جگہ اہم ہوتا ہے اسی طرح شخصیت کے اجزائے ترکیبی میں یہ چاروں پہلو اپنی اپنی جگہ بہت اہم ہیں اور یہ چاروں مل کر ہی شخصیت کے دائرے کو مکمل کرتے ہیں۔

صلاحیتوں کی تجدید کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے وجود کے ان چاروں حصوں کو کبھی کبھار نہیں بلکہ ہمیشہ اپنی بہترین حالت میں رکھنے کی کوشش کریں اور اُنہیں دانشمندانہ اور متوازن طریقے سے استعمال میں لائیں۔ زندگی میں اگر واقعی ہم اپنے لئے کوئی اہم اور طاقتور کام کرسکتے ہیں تو وہ یہی ہے کہ ہم اپنے اُوپر کام کریں۔ کیونکہ ہم خود ہی وہ ہتھیار ہیں کہ جس کے ذریعے ہم زندگی سے نبٹتے ہیں اور اس میں اپنا حصہ ڈالتے ہیں۔ ہم اپنی کارکردگی کے خود ذمہ دار ہیں اور اپنی کارکردگی میں پُر اثر ہونے کیلئے بہت ضروری ہے کہ ہم چاروں حوالوں سے صلاحیتوں کی تجدید کیلئے وقت نکالنے کی اہمیت کو سمجھیں۔ صلاحیتوں کی تجدید پر صرف ہونیوالا وقت ہماری وہ زبردست سرمایہ کاری ہے جو ہم اپنے آپ کو بہترین حالت میں رکھنے کے لئے کر سکتے ہیں۔ جب ہم جسمانی، ذہنی، قلبی اور روحانی طور پر بہترین حالت میں ہوں گے تو ہماری کارکردگی بھی بہترین ہو گی اور ہم اپنے جملہ فرائض اور ذمہ داریوں کو بطریق احسن سرانجام دے سکیں گے۔ جس کے نتیجے میں ہمارا خدا بھی ہم سے راضی ہو گا، لوگ بھی ہم سے خوش ہوں گے اور خود ہم بھی اپنی نگاہوں میں مطمئن اور مسرور ہوں گے۔ یہی کامیاب زندگی کی سب سے بڑی کلید ہے۔

تجدید میں توازن

تجدید کے حوالے سے خاص طور پر یاد رکھنے والی انتہائی اہم بات یہ ہے کہ تجدید کے عمل میں چاروں پہلوؤں کو شامل کرنا چاہیے اور ان میں توازن بھی رکھنا چاہیے۔ وجہ یہ ہے کہ شخصیت کے یہ چاروں پہلو اپنی جداگانہ اور منفرد حیثیت کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست طریقے سے باہمی طور پر جڑے ہوئے بھی ہیں اور ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ جب ہم کسی ایک کی بہتری کے حوالے سے کوئی قدم اُٹھاتے ہیں تو وہ اس کو براہ راست متاثر کرنے کے علاوہ بالواسطہ طور پر دوسروں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ دوسری طرف کسی ایک کو نظر انداز کرنے کے منفی اثرات دوسروں پر بھی پڑتے ہیں۔ اس کی مثال ایسے ہے کہ کار کا ایک پہیہ ٹیڑھا ہوجائے تو چاروں کی حرکت میں فرق آ جاتا ہے، حالانکہ خرابی صرف ایک میں ہے۔ اسی طرح جب ہمارا جسم تھکا ہوا ہوتا ہے تو دماغ پراگندہ، دل بوجھل اور رُوح پژمردہ سی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس جب جسم ترو تازہ حالت میں ہوتا ہے تو بقیہ تینوں بھی مطمئن اور پرسکون محسوس ہو رہے ہوتے ہیں۔ لہذا تجدید کے کام کو زیادہ پُر اثر اور بار آور بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم چاروں پہلوؤں کی عقلمندی کے ساتھ متوازن انداز میں تجدید کرتے رہیں۔

بہت سارے لوگ تجدید کے معاملے میں یہ سنگین غلطی کرتے ہیں کہ زندگی کے کسی ایک یا دو رُخوں پر تمام تر توجہ مرکوز کر دیتے ہیں اور باقی پہلوؤں کو نظر انداز کرتے چلے جاتے ہیں۔ مثلاً بعض لوگ بہت سارا وقت اپنا جسم بنانے پر صرف کردیتے ہیں مگر ذہنی حالت کو بہتر بنانے کی طرف توجہ نہیں دیتے جس کے نتیجہ میں وہ ذہنی صلاحیتوں کے معاملے میں بانجھ رہ جاتے ہیں۔ اس کی مثال پہلوانوں میں بکثرت دیکھی جاسکتی ہے۔

بعض لوگ ذہنی صلاحیتوں کو جلا دینے کے لیے بہت زیادہ توجہ دیتے ہیں مگر سماجی حوالے سے کوئی اہم کردار ادا نہیں کر پاتے کیونکہ اُنہوں نے اپنے جذبات کی تربیت اور سماجی تعلقات کے حوالے سے کوئی خاص جدوجہد نہیں کی ہوتی لہذا اس پہلو میں کمزور رہ جاتے ہیں۔ اس کی مثال وہ تمام نام نہاد قسم کے دانشور ہیں جو بزعم خویش خود کو بہت بڑا دانشور سمجھ لیتے ہیں اور دوسروں کو کسی خاطر میں نہیں لاتے۔ یہ لوگ جذبات کی نزاکتوں اور لطافتوں سے ناآشنا ہوتے ہیں چنانچہ دوسروں کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم کرنا اور اُن میں گھل مل کر رہنا

اُن کے لئے ممکن نہیں ہوتا۔

اسی طرح بعض لوگ روح کو ہی سب کچھ سمجھ کر ماحول اور معاشرے سے منقطع (Cut off) ہو کر اُسے بنانے، سنوارنے اور نکھارنے میں لگ جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے جسم کئی قسم کی بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ ذہنی ترقی کا سفر بھی خاطر خواہ جاری نہیں رہتا اور دوسرے لوگوں کے ساتھ بھی گرم جوشی والے تعلقات برقرار نہیں رہتے۔

یہ ساری صورتیں افراط و تفریط اور عدمِ توازن کی ہیں جو زندگی کے اندر کئی قسم کی ناہمواریاں، کجیاں، کمیاں اور خامیاں پیدا کر دیتی ہیں، جن کے نتیجے میں زندگی محرومیوں، مایوسیوں، ناکامیوں اور نامرادیوں کا مرقع بن کر رہ جاتی ہے، لہٰذا اپنی صلاحیتوں سے بھرپور کام لینے اور ایک مکمل اور فعال زندگی بسر کرنے کیلئے زندگی کے چاروں حصوں میں توازن قائم رکھنا بہت ضروری ہے۔

ہمارے دین کے اندر اعتدال، توازن اور میانہ روی کی روش کو اپنانے کی بہت زیادہ تلقین کی گئی ہے بلکہ اس صفت کو اُمت مسلمہ کا بنیادی وصف قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا . (البقرہ، ۲: ۱۴۳)

''اور (اے مسلمانو!) اسی طرح ہم نے تمہیں (اعتدال والی) بہتر امت بنایا''

حضور ﷺ نے فرمایا: خیر الامور اوسطھا.

(ابن ابی شیبہ، المصنف، رقم: ۲۸: ۳۵، ۷/ ۱۷۹)

''کاموں میں اعتدال والی روش بہتر ہے۔''

اسی طرح انگریزی زبان کا ایک قول ہے:

"Excess of every thing is bad"

اور اُردو میں اسی محاورے کا ترجمہ یوں کیا جاتا ہے۔

''افراط سے پیا جائے تو آبِ حیات بھی زہر بن جاتا ہے''

زندگی کا سارا حسن ہی توازن میں ہے۔ اعتدال و توازن جس بھی معاملے میں آجائیں اُس میں خوبصورتی اور بہتری پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس افراط و تفریط جہاں بھی ہوں وہاں معاملات میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ مشرق و مغرب کے سارے ہی دانشور اس بات پر متفق ہیں کہ ہر معاملے میں توازن کی روش ہی اپنانی چاہیے۔ لیکن بہت کم خوش نصیب ہیں جو زندگی کے مختلف شعبوں میں توازن کو عملی طور پر برقرار رکھ پاتے ہیں۔ ورنہ اکثر و بیشتر زندگیاں کہیں نہ کہیں عدم توازن کا شکار ہوتی ہیں حتیٰ کہ بعض بہت سارے ایسے لوگ جو کسی نہ کسی فن کے حوالے سے شہرت کی بلندیوں پر فائز ہوتے ہیں، اُن کی اندرونی زندگیوں میں جھانکنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ زندگی کے بعض شعبوں مثلاً عائلی اور خاندانی زندگی وغیرہ جیسے شعبوں میں کتنے ناکام ہیں۔ اُس کی وجہ ہی یہ ہوتی ہے کہ اُنہوں نے زندگی کے ایک/ دو پہلوؤں پر اتنی زیادہ توجہ دی ہوتی ہے کہ دوسرے پہلو نظر انداز ہو جاتے ہیں اور اُس کے نتیجے میں زندگی عدم توازن کا شکار ہو جاتی ہے اور یوں بعض محاذوں پر کامیاب ہو جانے کے باوجود زندگی کو مجموعی طور پر کامیاب کہنا مشکل ہوتا ہے۔

تاریخ انسانی کے اندر جو لوگ حقیقی معنوں میں کامیاب و کامران دکھائی دیتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو اپنی شخصیت کے تمام حصوں کو متوازن انداز میں استعمال کر رہے ہوتے ہیں۔ اُن میں سرفہرست انبیاء کرام علیہم السلام کی شخصیات ہیں جو زندگی گزارنے کے قوانین وحی کی صورت میں براہ راست ذاتِ خداوندی سے لیتے ہیں۔ چنانچہ اُن کی زندگیاں افراط و تفریط اور ہر قسم کی بے اعتدالیوں سے پاک ہوتی ہیں اور ہر چیز اپنے مقام پر دکھائی دیتی ہے۔ پھر اس گروہِ انبیاء میں سے بھی نکتہ کمال جسے پوری انسانیت کیلئے انتہائی مثالی نمونہ (Roll Model) قرار دیا جا سکتا ہے۔ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ ہے۔

حضور ﷺ کی ذات مبارکہ صرف کمال کے معیار پر پوری ہی نہیں اُترتی بلکہ آپ ﷺ کی ذات خود کمال کا معیار ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کی زندگی کے اندر مذکورہ بالا تمام شعبوں میں کمال کا توازن دکھائی دیتا ہے۔ آپ ﷺ کی جسمانی زندگی کا یہ حال تھا کہ تریسٹھ سال کی

عمر مبارک میں آپ ﷺ کو ایک دو مرتبہ بخار کے علاوہ اور کوئی مرض بھی نہ آیا۔ یہی حال آپ ﷺ کی شخصیت مبارکہ کے ذہنی، قلبی اور روحانی پہلوؤں کا تھا کہ وہ سب کے سب حد درجہ توازن کے ساتھ اپنی بہترین حالت میں موجود تھے اور فطری انداز میں ترقی اور ارتقاء کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ قرآن مجید نے اس پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے فرمایا:

وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى. (الضحیٰ: ۴)

''اور بے شک (ہر) بعد کی گھڑی آپ کے لیے پہلی سے بہتر (یعنی باعثِ عظمت و رفعت) ہے۔''

لہٰذا آج اگر کوئی کسی بھی حوالے سے کمال پانا چاہتا ہے تو اُسے حضور ﷺ کی سنت و سیرت کے اندر جھانک کر دیکھنا ہوگا اور اپنی زندگی کی راہوں کو روشن اور منور کرنے اور اپنی جسمانی، ذہنی، قلبی، اور روحانی صلاحیتوں کی متوازن تجدید کیلئے بارگاہ نبوت ﷺ سے روشنی کی خیرات حاصل کرنا ہوگی۔

متوازن تجدید کے اُصول

سطور بالا سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ دین، دنیا اور آخرت کی جملہ سعادتوں اور بھلائیوں کے حصول اور زندگی کے دامن کو حقیقی، خوشیوں، راحتوں، مسرتوں، کامیابیوں اور کامرانیوں سے بھرنے کیلئے ہماری شخصیت کے چاروں پہلوؤں کی متوازن انداز میں تجدید ہوتے رہنا بہت ضروری ہے۔ نیز یہ کوئی ایک یا دو دن کا کام نہیں ہے بلکہ دوسرے تمام مشاغل حیات کے ساتھ ساتھ اس عمل کو زندگی بھر جاری رہنا ہے اور اس اہم ترین کام کو نظر انداز کرنے کی صورت میں ہم زندگی کے بازار سے نہ تو پوری قیمت وصول کرسکتے ہیں اور نہ ہی دنیا کی سٹیج پر اپنا کردار بھر پور، فعال اور موثر انداز میں ادا کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ہمارے لئے بے حد ضروری ہے کہ زندگی کی مصروفیات کے ہجوم میں سے اس کام کیلئے باقاعدگی سے وقت نکالتے رہیں اور اُسے دانشمندانہ انداز میں بجا لاتے رہیں۔

چاروں پہلوؤں کی متوازن تجدید کس طرح ممکن ہے۔ اس کے لئے چند اہم اُصولوں کو جاننا اور ان پر عمل پیرا ہونا از حد ضروری ہے۔ یہ اصول اس مضمون کے اگلے حصہ میں ان شاء اللہ آئندہ ماہ بیان کئے جائیں گے۔

(جاری ہے)

محترم حافظ محمد شفیق۔ اعزاز تکمیل پی۔ ایچ۔ ڈی علومِ اسلامیہ

کالج آف شریعہ منہاج یونیورسٹی سیشن 1995ء کے ہونہار فاضل محترم حافظ محمد شفیق منہاجین نے ''شروحِ موطا امام مالکؒ: شرح الزرقانی اور اوجزالمسالک (منہج و اسلوب کا تقابلی مطالعہ)'' کے موضوع پر پی ایچ ڈی کا اعزاز حاصل کیا۔ ہم اس اعزاز پر محترم حافظ محمد شفیق منہاجین کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔ محترم حافظ صاحب ان دنوں گورنمنٹ کالج شکرگڑھ میں اسسٹنٹ پروفیسر (اسلامیات) کی ذمہ داریاں سرانجام دے رہے ہیں۔

انہوں نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ میں موطا امام مالک سمیت اس کی شروح کے تعارف کے علاوہ متنِ حدیث، سندِ حدیث، ترجمۃ الابواب اور ترجمۃ الکتب کے تشریحی منہج کا تقابل پیش کیا ہے۔ مقالہ میں عقائد، احکام اور متعدد معاشی و معاشرتی اور سیاسی موضوعات زیر بحث آئے ہیں۔

دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ محترم حافظ محمد شفیق کو مزید کامیابیوں سے ہمکنار فرمائے۔

پاکستان عوامی تحریک کے زیرِ اہتمام عالمگیر ورکرز کنونشن

تحریک اور اس کے جملہ فورمز کے انتخابات

کارکنان کا موجودہ مرکزی قیادت پر ہی بھرپور اعتماد کا اظہار

رپورٹ: محمد یوسف منہاجین

پاکستان عوامی تحریک کے زیر اہتمام 7 اپریل 2015ء کو پاکستان سمیت دنیا بھر میں موجود کارکنان کا عظیم الشان عالمگیر ورکرز کنونشن منعقد ہوا۔ جس میں قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے بذریعہ منہاج ٹی وی خصوصی خطاب کیا۔ پاکستان میں یونین کونسل لیول تک 757 سے زائد مقامات اور دنیا بھر میں سینکڑوں مقامات پر کارکنان وڈیو لنک کے ذریعے اس کنونشن میں شریک تھے۔ مرکزی سیکرٹریٹ تحریک منہاج القرآن میں محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری کی زیرصدارت پروگرام منعقد ہوا، جس میں لاہور کی تنظیم کے کارکنان و عہدیداران نے شرکت کی۔ محترم قاری اللہ بخش نقشبندی نے تلاوت کلام مجید اور محترم شکیل طاہر نے نعت رسول مقبول ﷺ کی سعادت حاصل کی۔ سٹیج پر محترم صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی (چیف الیکشن کمشنر تحریک) اور الیکشن کمیشن تحریک کے جملہ ممبران تشریف فرما تھے۔ علاوہ ازیں محترم خرم نواز گنڈا پور، محترم ڈاکٹر رحیق احمد عباسی، محترم شیخ زاہد فیاض اور جملہ مرکزی قائدین و سٹاف ممبران بھی اس کنونشن میں خصوصی طور پر شریک تھے۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض سیکرٹری الیکشن کمیشن تحریک محترم سید امجد علی شاہ نے انجام دیئے اور تقریب کے آغاز میں کارکنان کو کنونشن کے انعقاد کی غرض و غایت سے آگاہ کیا۔

کنونشن میں صدر سپریم کونسل محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے تحریک اور اس کے جملہ فورمز کے مرکزی انتخابات کے انتخابی عمل اور کے تمام مراحل کے حوالے سے تفصیل بتاتے ہوئے فرمایا کہ ''نومبر 2014ء میں قائد انقلاب نے تحریک اور اس کے جملہ فورمز کے 22 مرکزی عہدوں کے انتخابات کروانے کا حکم دیا۔ اس پر 17 افراد پر مشتمل غیر جانبدار، شفاف اور ایماندار الیکشن کمیشن کا قیام عمل میں لایا گیا۔ یہ تمام افراد کسی بھی عہدے کے امیدوار نہ تھے اور نہ ان عہدوں میں سے اس وقت کسی عہدہ پر فائز تھے۔ ابتداء میں تمام تحصیلی تنظیمات سے 22 عہدوں کے لئے نامزدگیاں طلب کی گئیں اور مرکز سے باقاعدہ نامزدگی فارمز ارسال کئے گئے۔ بعد ازاں الیکشن کمیشن اور سینٹرل کوآرڈینیشن کونسل کے اجلاس میں صرف تنظیمات کے بجائے یوسی لیول تک کے کارکنوں کو بھی اس انتخابی عمل میں شریک کرنے کا فیصلہ کیا گیا اور صرف تحصیلی وضلعی تنظیمات سے ہی نہیں بلکہ یونین کونسل لیول تک کے کارکنان سے بھی ان عہدوں کے لئے نامزدگیاں طلب کی گئیں۔ نامزدگیاں حاصل کرنے کے لئے مرکزی الیکشن کمیشن کی طرف سے غیر جانبدار اور دیانت دار 80 ریٹرنگ آفیسرز کی تعیناتی عمل میں لائی گئی۔ ان ریٹرنگ آفیسرز کو فیلڈ میں بھجوانے سے قبل ان کی تربیت کے لئے ملک بھر میں 6 مقامات پر ٹریننگ ورکشاپس کا انعقاد کیا گیا۔ ان ریٹرنگ آفیسرز کو ذمہ داری دی گئی کہ اپنے ذمہ اضلاع،

تحصیلات اور UC لیول تک کے کارکنان تک رسائی حاصل کر کے نامزدگیاں حاصل کریں اور ان تمام نامزدگیوں کو خفیہ انداز میں الیکشن کمیشن کے سپرد کریں۔ جملہ ریٹرنگ آفیسرز نے ایک ماہ میں اپنے ذمہ علاقہ جات میں کارکنوں اور رفقاء کے اجلاسوں میں نامزدگیاں حاصل کر کے الیکشن کمشن کو فراہم کر دیں۔ چیف الیکشن کمشنر کی سربراہی میں قائم الیکشن کمیشن کے ممبران نے انہیں باقاعدہ مرتب کر کے سٹیئرنگ کمیٹی میں پیش کیا۔ سٹیئرنگ کمیٹی انتخابات کے انعقاد کو شفاف بنانے کے لئے ہر مرحلہ پر باقاعدہ مانیٹرنگ کرتی رہی''۔

محترم ڈاکٹر حسن محی الدین کی ابتدائی گفتگو کے بعد قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے منہاج ٹی وی کے ذریعے اس عالمگیر ورکرز کنونشن میں شریک کارکنوں سے خصوصی خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

''17 جون سے لے کر 21 اکتوبر دھرنے کے اختتام تک کارکنوں نے سفر انقلاب میں لازوال قربانیاں دیں، ہمیں ان قربانیوں پر فخر ہے۔ انہی قربانیوں کی بدولت ہی تحریک اس اعلیٰ مقام پر فائز ہے۔ قربانیاں دینے والے کارکنوں کی اکثریت کا تعلق گراس روٹ لیول سے ہے۔ تمام کارکن ہماری تحریک کا سرمایہ ہیں۔ آج کے دور میں پاک و ہند میں کسی جماعت کے پاس ایسے کارکن نہیں۔ کارکنان کی ان قربانیوں کے پیش نظر ہی میں نے مرکزی قیادت کے انتخاب کے لئے یونین کونسل لیول تک کے کارکنان کو اختیارات دینے کا فیصلہ کیا۔ اگرچہ تحریک کے آئین و دستور میں اس لائحہ عمل کو اختیار کرنے کا ذکر تک نہیں۔ یہ فیصلہ صرف ان کارکنان کی عزت افزائی اور تسکین کے لئے کیا کہ صرف تحصیلی وضلعی عہدیداران کو نہیں بلکہ عام کارکن کو بھی یہ حق دیا کہ وہ مرکزی قیادت کے لئے نام نامزد کریں، یہ کارکنان کا حق ہے۔ صرف اس لئے کہ انہوں نے شہادتیں دیں، مالی قربانیاں دیں، گھر بار لٹایا، دھرنے میں 70 دن موجود رہے۔ ایسا کسی بھی سیاسی و مذہبی جماعت نے آج تک نہیں کیا۔

لہٰذا اس مقصد کے لئے سٹیئرنگ کمیٹی اور 17 افراد پر مشتمل الیکشن کمیشن مقرر کیا گیا۔ الیکشن کمیشن کے چیئرمین محترم صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی اور تمام ممبران کی غیر جانبداریت، امانت و دیانت مسلمہ ہے۔ اسی طرح انعقادِ الیکشن کے ضمن میں دیگر ذمہ داران بھی ایسے سینئر، بااعتماد اور تجربہ کار احباب ہیں جن کی غیر جانبداری پر انگلی نہیں اٹھائی جاسکتی۔ الیکشن کمیشن کا سارا طریقہ کار نہایت غیر جانبدار، شفافیت اور ایمانداری کے ساتھ پورا کیا گیا۔ اس سارے طریقہ کار میں 3 ماہ لگ گئے۔ 161 تحصیلوں سے 22 عہدوں کے لئے UC لیول تک کارکنوں سے نامزدگیاں وصول کی گئیں۔ ہر ایک کارکن کو مرکزی قیادت کے لئے نام نامزد کرنے کی اجازت دی کہ وہ ان عہدوں کے لئے کن لوگوں کو موزوں سمجھتا ہے۔

تمام تحصیلات سے وصول شدہ نامزدگیوں کو مرتب کرنے کے بعد جو نتیجہ سامنے آیا اس کے مطابق پورے ملک کے کارکنان اور تنظیمات نے اکثریتی رائے سے پہلے سے موجود عہدیداران پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے انہی افراد کو مستقبل میں بھی انہی ذمہ داریوں پر برقرار رکھنے کا فیصلہ دیا ہے۔ کارکنان اور تنظیمات نے اپنے ان بھائیوں پر جو اعتماد کا فیصلہ کیا ہے، مجھے اس پر خوشی ہے۔ اس پر میں تمام کارکنان وتنظیمات کو مبارکباد دیتا ہوں۔

مرکزی سیکرٹریٹ پر ذمہ داریاں سرانجام دینے والے تمام احباب کل وقتی خدمات سرانجام دیتے ہیں۔ پوری دنیا میں موجود تنظیمات و کارکنان کو یہاں سے مربوط ومنظّم کیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ باقاعدہ تنظیمی نیٹ ورک موجود ہے۔ مرکز میں درجنوں نظامتیں، فورمز اور شعبہ جات قائم ہیں۔ پاکستان سمیت تمام ممالک کے کارکنان وتنظیمات تک تحریکی ہدایات، پیغام پہنچانے اور سرگرمیاں منظّم کرنے کے لئے یہ عہدیداران 24 گھنٹے آن ڈیوٹی ہوتے ہیں۔ فیلڈ میں

وزٹ ہے یا دفتری امور، تحریکی سرگرمیوں میں شرکت ہے یا سرکردہ افراد سے ملاقاتیں، مشن کے نت نئے منصوبوں کی تعمیر وتکمیل ہے یا نئے منصوبوں کے لئے انتظامات و انصرام، سیاسی، مذہبی، فلاحی، تعلیمی پروگرامز کا انعقاد ہے یا کہ دروس قرآن اور مشن کی دعوت کا فروغ، یہ مرکزی عہدیداران ان تمام کاموں میں ہمہ وقت مصروف رہتے ہیں۔ تحریک کے نیٹ ورک کی وسعت اور ہمہ جہتی سرگرمیوں کی بناء پر مرکز پر خدمات سرانجام دینا جز وقتی نہیں بلکہ کل وقتی ذمہ داری ہے۔ مرکز میں آنے کے لئے قربانی دینا پڑتی ہے، اپنا ذاتی بزنس بھی چھوڑنا پڑتا ہے، اپنے گھر کی ذمہ داریاں بھی چھوڑنی پڑتی ہیں، بیوی اور بچوں کو بھی کم وقت دینا پڑتا ہے۔ مرکز میں جو لوگ ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں، وہ قربانیاں دے کر نبھا رہے ہیں۔ ہمارا نظام بقیہ سیاسی و مذہبی جماعتوں سے مختلف ہے۔ یہ مت سمجھیں کہ منہاج القرآن صرف ایک جماعت ہے، نہیں بلکہ یہ ایک مشن اور ایک تحریک ہے۔ مشن کے لئے وقت اور نجی معاملات کی قربانی دینا پڑتی ہے۔

میں اور میری نسلیں تک مصطفی ﷺ کے مشن کے لئے وقف ہیں، ہمارا اس مصطفوی مشن کے ساتھ ایک پائی کا بھی معاشی تعلق نہیں۔ بلکہ یہ آقا علیہ السلام کی نوکری ہے جو ہم بجا لا رہے ہیں۔ یہی جذبہ مرکز اور ذیلی سطح تک خدمات سرانجام دینے والے احباب اپنے پیش نظر رکھیں۔

اس عظیم الشان عالمگیر ورکرز کنونشن کے موقع پر تحریک کے مستقبل کے پیش نظر درج ذیل فیصلہ جات کا اعلان کر رہا ہوں، جن پر عملدرآمد فوری شروع کر دیا جائے۔

ا۔ <u>بلدیاتی انتخابات میں شرکت</u>: پاکستان عوامی تحریک آنے والے بلدیاتی الیکشن میں بھرپور طریقے سے حصہ لے گی۔ لہٰذا تمام کارکنان و تنظیمات اس کی تیاری شروع کر دیں۔ بلدیاتی انتخابات میں حصہ لینے سے گراس روٹ لیول سے بھی نئی قیادت ابھر کر سامنے آئے گی جو اپنی صلاحیتوں اور استعداد کے مطابق مستقبل میں تحریک کی مختلف سطح کی قیادت کی ذمہ داری بھی انجام دے سکتے ہیں۔

اس ضمن میں یہ ذہن نشین رہے کہ بلدیاتی انتخابات میں مرکزی سطح سے امیدواران کی ہرگز کوئی مالی معاونت نہیں کی جائے گی بلکہ تمام امیدواران انتخابی اخراجات خود برداشت کریں گے۔ اپنے حلقہ میں اچھی ساکھ اور مضبوط پوزیشن رکھنے والے امیدوار اگر مالی حوالے سے کمزور ہیں تو مقامی تنظیم انتخابی اخراجات کے حوالے سے باہمی مشاورت کے بعد مناسب فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔

۲۔ <u>انتظامی زونز کا قیام</u>: تحریک منہاج القرآن کے انتظامی ڈھانچہ کے لئے Devolution Plan بنایا ہے۔ ملک بھر میں تحریکی انتظامی زونز کا قیام عمل میں لایا جا رہا ہے۔ ہر زون میں موجود منہاج القرآن اسلامک سنٹر میں ابتدائی طور پر باقاعدہ سیکرٹریٹ قائم ہوں گے۔ یہ زونز مختلف ڈویژن پر مشتمل ہوں گے۔ جن کی تفصیل یہ ہے:

☆ پنجاب کو 3 زونز میں تقسیم کیا جا رہا ہے:

ا۔ جنوبی پنجاب: یہ ملتان، بہاولپور اور ڈیرہ غازی خان ڈویژن پر مشتمل ہوگا۔

۲۔ وسطی پنجاب: یہ لاہور، فیصل آباد، گوجرانوالہ اور ساہیوال ڈویژنز پر مشتمل ہوگا۔

۳۔ شمالی پنجاب: یہ راولپنڈی اور سرگودھا ڈویژن پر مشتمل ہوگا۔

☆ سندھ کو بھی 3 زونز میں تقسیم کیا جا رہا ہے:

ا۔ کراچی ۲۔ حیدرآباد، میرپور ۳۔ سکھر، لاڑکانہ

☆ KPK کو بھی 3 زونز میں تقسیم کیا جارہا ہے:

ا۔ ہزارہ، پشاور، کوہاٹ، مالاکنڈ، مردان ۲۔ ڈیرہ اسماعیل خان ۳۔ بنوں

☆ بلوچستان کو 4 زونز میں تقسیم کیا جارہا ہے:

ا۔ کوئٹہ ۲۔ نصیر آباد، سبی ۳۔ ژوب ۴۔ قلات، مکران

ان زونز میں قائم تنظیمات کو صوبائی تنظیم کا درجہ حاصل ہوگا اور یہ براہ راست مرکز کی نگرانی میں خدمات سرانجام دیں گی۔

ہر زون پر زونل قیادت موجود ہوگی جو ڈویژن سطح تک کام کرے گی۔ یہ زونز نہ صرف صوبائی درجہ کے حامل ہوں گے بلکہ صوبہ لیول کے تمام اختیارات بھی ان زونز کے ذمہ داران کو تفویض کئے جائیں گے۔ بعد ازاں بتدریج ڈویژن سطح پر بھی سیکرٹریٹ قائم ہوں گے۔ اس طرح ہر ڈویژن پر ہیڈ کوارٹر موجود ہوگا۔ جہاں سے ضلع اور تحصیل لیول تک امور سرانجام دیئے جائیں گے۔

زونل سطح پر تنظیمات کے قیام سے ان بہت سے باصلاحیت، قابل اور تجربہ کار کارکنان کو زونل سطح پر خدمات دینے کا موقع بھی میسر آئے گا جو اپنی نجی مصروفیات اور ذمہ داریوں کی وجہ سے کل وقتی بنیادوں پر مرکز آکر خدمات نہیں دے سکتے۔ نیز تحریک کی قیادت کے معیار، صلاحیت اور استعداد کار میں بھی اضافہ ہوگا۔

۳۔ مرکزی قیادت: یونین کونسل لیول تک کے کارکنان کا مرکزی قیادت پر حد درجہ اعتماد اور متفقہ فیصلہ کے مطابق سابقہ ذمہ داریوں پر موجود عہدیداران کی ایک مرتبہ پھر ان ذمہ داریوں پر تقرری کا اعلان کرتا ہوں۔ اس فیصلہ کی روشنی میں درج ذیل احباب اپنی ذمہ داریوں کو نبھائیں گے:

☆ محترم ڈاکٹر رحیق احمد عباسی (صدر پاکستان عوامی تحریک)
☆ محترم خرم نواز گنڈا پور (جنرل سیکرٹری PAT)
☆ محترم حنیف مصطفوی (چیف آرگنائزر PAT)
☆ محترم قاضی فیض الاسلام (سیکرٹری انفارمیشن PAT)
☆ محترم ساجد محمود بھٹی (سیکرٹری کوآرڈینیشن PAT)
☆ محترمہ عائشہ شبیر (ڈپٹی سیکرٹری انفارمیشن PAT)
☆ محترم خرم نواز گنڈا پور (ناظم اعلیٰ تحریک منہاج القرآن)
☆ محترم شیخ زاہد فیاض (ناظم اعلیٰ تنظیمات)
☆ محترم احمد نواز انجم (نائب ناظم اعلیٰ تنظیمات)
☆ محترم رانا محمد ادریس (نائب ناظم اعلیٰ دعوت و تربیت)
☆ محترم رفیق نجم (ناظم تنظیمات)
☆ محترم طیب ضیاء (سیکرٹری کوآرڈینیشن تنظیمات)
☆ محترم علامہ اعجاز ملک (ناظم دعوت)
☆ محترم علامہ غلام مرتضیٰ علوی (ناظم تربیت)
☆ محترم سید فرحت حسین شاہ (ناظم علماء کونسل)
☆ محترمہ فرح ناز (ناظمہ ویمن لیگ)
☆ محترم عرفان یوسف (صدر MSM)

شفاف انتخابات کے انعقاد کے حوالے سے سٹیئرنگ کمیٹی کے سربراہ عزیزم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، جملہ ممبران سٹیئرنگ کمیٹی، چیف الیکشن کمشنر محترم صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی اور الیکشن کمیشن کے تمام اراکین کو پارٹی الیکشن کے انعقاد کے حوالے سے احسن انتظام و انصرام پر ایک مرتبہ پھر مبارکباد دیتا ہوں۔

اس موقع پر تمام مرکزی قائدین اور ذیلی سطح تک کے تمام عہدیداران و کارکنان کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنی

طبیعت میں نرمی پیدا کریں۔ غصہ و سختی انسانی فطرت میں شامل ہے لیکن اعلیٰ عہدوں پر فائز ہونے کی وجہ سے آپ پر اس سے احتراز لازمی ہے۔ کارکنان کے معاملات سنیں، ان کے ساتھ پیار اور محبت کا رویہ اپنائیں۔ اپنا اور کارکنوں کے درمیان رشتہ مضبوط کریں۔ ہماری تحریک کارکنوں کی وجہ سے کامیاب ہے، اس لئے ان کی قربانیوں کا ان کو صلہ دیں۔ کسی کے ساتھ اختلافِ رائے کو احسن طریقہ سے ڈیل کریں۔

17 جون کے بعد 14 اگست تک محاصرہ اور دھرنا میں کارکنوں کی عظیم قربانیاں اور جذبے ہمارا سرمایہ ہیں۔ ہم اپنے مشن پر کامیابی کے ساتھ گامزن ہیں اور منزل کے حصول تک قائم رہیں گے۔ پیچھے کون ہٹا، کس نے معاہدے کیے، کس نے یوٹرن لئے، یہ دنیا جانتی ہے۔ ہم نے کوئی اعلانیہ یا خفیہ معاہدے اور ڈیل نہیں کی۔ ہماری جدوجہد جاری ہے، ہم ناکام نہیں ہوئے، ہم ابھی تک ڈٹے ہوئے ہیں۔ کوئی ہم پر الزام لگانے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ ہم اپنے مشن پر قائم ہیں اور 17 جون کے شہداء کا بدلہ لینے اور مصطفوی انقلاب کے حصول تک ڈٹے رہیں گے۔ ہم انتخابی و انقلابی طریق پر اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہیں گے۔ ہم کرسی کے لئے نہیں بلکہ 18 کروڑ مسائل کا شکار عوام کو ان کے آئینی حقوق دلوانے کی جدوجہد کررہے ہیں۔ آخری سانس اور فتح تک میں اور میرے کارکن ظالمانہ نظام سے لڑیں گے۔ میں ان شاء اللہ جلد پاکستان آؤں گا۔ استحصالی نظام کو بدلنے کے لئے اور انقلاب برپا کرنے کے لئے ہم اپنے موقف سے پیچھے ہٹے اور نہ ہی کوئی طاقت ہمیں ہٹاسکتی ہے۔ ہماری ثابت قدمی کے باعث ہمارے مخالفین نے ہم پر جتنی بھی الزام تراشی کی تھی وہ اپنی موت آپ مرچکی ہے۔ تحریک منہاج القرآن اور عوامی تحریک کی فکری تحریک میں اب شہداء کا لہو بھی شامل ہو چکا ہے۔ بے گناہوں کا خون بہانے والوں کی رعونت میں اضافہ ان کی رسی دراز ہونے کی نشانی ہے۔ ماڈل ٹاؤن کے شہداء کے خون کو نہ بھول سکتا ہوں اور نہ معاف کرسکتا ہوں، خون کے ایک ایک قطرے کا حساب لیں گے۔ کارکن عوامی تحریک کے 10 نکاتی ایجنڈے کی روشنی میں گلی گلی جائیں اور عوام کو ظالم حکمرانوں اور ظالم نظام کے خلاف آواز اٹھانے پر آمادہ کریں۔ اللہ تعالیٰ اس تحریک و مشن کو کامیابی و عروج دے۔ کارکنان کو استقامت دے، اس ملک کو وہ نظام دے جس کی اسے ضرورت ہے اور قربانیاں دینے والے کارکنان پر مصطفیٰ کریم ﷺ کے نعلین کا سایہ ہمیشہ قائم رہے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

حکمرانوں کے دلفریب نعروں کی حقیقت

عین الحق بغدادی/ نور اللہ صدیقی

پاکستان میں آج کل مردہ اور حرام جانوروں کے گوشت کی فروخت معمول کی بات ہے۔ آئے روز اس حوالے سے کسی نہ کسی جگہ کی خبر پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا پر نشر ہوتی رہتی ہے۔ یہ واقعات انتہائی گھمبیر حالات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ حال ہی میں یہ رپورٹ بھی منظر عام پر آئی ہے کہ عالمی شہرت یافتہ کمپنیاں پاکستانی عوام کو حرام اشیاء کھلا رہی ہیں۔ حیران کن بات یہ تھی کہ یہ صرف ٹی وی اور اخبارات کی خبر نہیں تھی بلکہ قائمہ کمیٹی برائے سائنس و ٹیکنالوجی نے اس بات کا اعتراف کیا کہ حکومت اور اس کے ماتحت اداروں کی ملی بھگت کے بغیر ایسا ممکن نہیں۔ قائمہ کمیٹی کا اعتراف اور تشویش حکومتی ناکامی کے واضح ثبوت ہیں مگر کیا کریں مملکت پاکستان (مملکتِ بے یارو مددگار) کی سرزمین کو بے حس اور ہوس کے غلام حکمرانوں نے ہر چیز کی فروخت کے لئے ہموار کر دیا ہے۔

ہوسِ زر نے ان ناخداؤں کے دل و دماغ سے حلال و حرام کی تمیز ختم کر دی ہے۔ دیگر ممالک میں درآمدات پر اس قدر سخت چیک اینڈ بیلنس ہوتا ہے کہ انہیں کئی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، ایسا بہت کم دیکھنے میں آیا ہے کہ ان کے ہاں کوئی مضرِ صحت چیز درآمد ہوئی ہو۔ مگر ہمارے حکمرانوں کی پالیسیوں نے ہمیں بے حس بنا دیا ہے۔

یہاں ملاوٹ والی اشیاء بکتی ہیں۔۔۔ پانی دودھ بن کر بکتا ہے۔۔۔ دیسی گھی میں ڈالڈا اور ڈالڈا میں حرام جانوروں کی چربی بکتی ہے۔۔۔ یہاں عزت بکتی ہے۔۔۔ ضمیر بکتا ہے۔۔۔ انسان اور اس کی غیرت بکتی ہے۔۔۔ عورت بکتی ہے۔۔۔ ووٹ بکتا ہے۔۔۔ اسمبلی و سینٹ بکتا ہے۔۔۔ جب دونوں ایوان بکاؤ مال بن جائیں تو پھر یہی لوگ اس عوام کی تقدیر کا سودا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس مملکتِ خداداد پاکستان کو بھی اپنی ہوس کی تسکین کے لئے لوٹ سیل پر لگا دیا ہے۔

یہ نوبت کیوں آئی؟ کیونکہ انسان رشتے کی اہمیت کو سمجھے گا تو صلہ رحمی کرے گا۔۔۔ ملک، ریاست اور سرزمین کے رشتے کو سمجھے گا تو اس کی حفاظت کرے گا۔۔۔ جذبہِ خدمت، آخرت کا خوف اور احترامِ انسانیت ہو گا تو عوام کی خدمت کرے گا مگر یہ سب کچھ تب ہو گا جب عقل سے کام لیا جائے گا۔۔۔ جب انسان عقل کے ذریعے اپنی ہوس اور جذبات پر کنٹرول حاصل کر لیتا ہے تو اشرف المخلوقات ہو جاتا ہے اور جب یہی انسان عقل، ہوس اور جذبات کے تابع ہو جائے تو حیوان سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔۔۔ اس وقت سب رشتے اور قدریں ختم ہو جاتی ہیں۔ حرام و حلال میں تمیز ختم ہو جاتی ہے اور پھر دعائیں بھی بے اثر ہو جاتی ہیں۔ علامہ اقبالؒ سے پوچھا گیا کہ ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں؟ فرمایا: ''شکم لقمہِ حرام سے سیر ہو تو دعا عرشِ معلیٰ پر کیسے پہنچے گی''۔

اندھیر نگری چوپٹ راج

عوامِ پاکستان کو اس حالت تک پہنچانے کی ذمہ داری جہاں ایک طرف عوام کے اپنے اوپر عائد ہوتی ہے تو دوسری طرف اس سے کئی گنا بڑھ کر ان تمام حالات کی ذمہ داری ہمارے نام نہاد حکمرانوں پر بھی عائد ہوتی ہے جو نت نئے دلفریب نعروں اور جھوٹے دعوؤں کے ذریعے عوام کے حقوق کو پامال کرتے رہتے ہیں۔ موجودہ حکمرانوں کے دلفریب نعروں پر نظر دوڑائی جائے تو آپ کو یاد ہوگا کہ

☆ وزیراعلیٰ پنجاب نے جب 2روپے میں روٹی بیچنے کا اعلان کیا تھا تو صبح، دوپہر شام روٹی روٹی کرتے تھے۔ شفافیت کو قائم و دائم رکھنے اور ن لیگ کے کارکنان کی طرف سے سستا آٹا کھلی مارکیٹ میں بیچے جانے کی مصدقہ خبروں کے بعد تنوروں پر ٹی سی ایس کے ذریعے آٹا کی ترسیل کرواتے رہے۔ 2روپے میں روٹی تو عوام کو نہ مل سکی البتہ خزانے کو 30ارب روپے کا ٹیکہ ضرور لگ گیا۔ آج تک ان 30ارب روپے کا آڈیٹر جنرل پاکستان کو حساب نہیں دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ سستے آٹے کی ترسیل کا ریکارڈ غائب ہوگیا ہے۔

☆ اسی طرح موصوف نے فوڈ پنجاب پروگرام شروع کیا۔ اس پروگرام کے تحت 6 لاکھ غریب شہریوں کو ماہانہ 1 ہزار روپے نقد دیے جانے تھے مگر 14ارب روپے خزانے سے تو نکل گئے مگر غریبوں تک نہ پہنچ سکے اور پھر 2روپے والی روٹی کی طرف فوڈ سپورٹ پروگرام بھی بند کر دیا گیا۔

☆ اسی طرح لیپ ٹاپ، پیلی ٹیکسی، آشیانہ سکیم، سولر لیمپ، دانش سکول کو پنجاب اور پاکستان کی تقدیر بدلنے کے منصوبے قرار دیا گیا۔ آج کل وزیراعلیٰ پنجاب ان سکیموں کے نام بھی بھول گئے ہیں۔

چنیوٹ کے معدنی ذخائر کی حقیقت

ماہ فروری 2015ء میں وزیراعظم اور وزیراعلیٰ پنجاب نے چنیوٹ میں زیر زمین سونے چاندی، لوہے، تانبے کے ذخائر کی خوشخبری سنائی۔ اِن ذخائر کی دریافت کی حقیقت کیا ہے، آیئے اس کا جائزہ لیتے ہیں:

کیا چنیوٹ کے ذخائر راتوں رات دریافت ہوئے؟ یقیناً نہیں، لہذا قوم کو بتایا جائے ان ذخائر کی دریافت کے حوالے سے کیا اور کس وقت کام شروع کیا گیا اور کس کمپنی کے ذریعے کیا گیا؟ حقیقت یہ ہے کہ چنیوٹ میں دریافت ہونے والے سونے، تانبے اور لوہے کے مبینہ ذخائر 24سال پہلے دریافت ہو چکے تھے۔ 1989ء میں پنجاب میں میاں نواز شریف وزیراعلیٰ پنجاب تھے اس کے بعد بھی دوبار شریف برادران پنجاب میں برسراقتدار آئے اب پھر مسلسل 7سال سے میاں شہباز شریف پنجاب کے وزیراعلیٰ ہیں اور ان ذخائر کے حوالے سے مجرمانہ خاموشی اختیار کی گئی۔ چنیوٹ کے مبینہ ذخائر کا اعلان کمپنی بنانے اور ضروری بندوبست کرنے تک موخر رکھا گیا۔ جس کمپنی کو 1200 ملین کی ادائیگی کی گئی اس کا نام ،کام اور معاہدے کی شرائط قوم کے سامنے لائی جائیں۔

صوبہ لمیٹڈ کمپنی کی طرح چلایا جارہا ہے۔ گندگی اٹھانے سے لیکر گوشت بیچنے تک کی کمپنیاں بن چکی ہیں۔ چنیوٹ ذخائر کی تلاش اور استعمال کا ٹھیکہ ای آر پی ایل نامی کمپنی کو بغیر ٹینڈر دیا گیا۔ یہ کمپنی بیرون ملک مقیم کسی نا معلوم پاکستانی کی ہے جسے جملہ حقوق تفویض کئے گئے ہیں۔ معدنی ذخائر قوم کی امانت ہیں کسی فرد واحد کو اسکا مختار عام نہیں دیا جا سکتا ۔اس بات کا ڈر ہے کہ ان ذخائر کا حال بھی بلوچستان کے معدنی ذخائر اور کرپشن اور کمیشن سے بھرپور ٹھیکوں والا نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت کے اندر ایک حکومت اور محکموں کے اندر ایک خفیہ محکمہ کام کررہا ہے جسے وزیراعلیٰ پنجاب براہ راست کنٹرول کرتے ہیں۔ بجٹ دستاویز 15-2014ء کے مطابق پنجاب حکومت نے ذخائر کی دریافت کے حوالے سے نہ تو کسی نئی سکیم کا ذکر کیا اور نہ ہی آئندہ 3سال تک کسی منصوبے کا ذکر کیا اور نہ ہی متعلقہ وزارت کو ترقیاتی فنڈز دیئے گئے۔ الٹا گزشتہ مالی سال کی نسبت رواں مالی سال کے بجٹ کو 421ملین روپے سے کم

کر کے 260 ملین کر دیا گیا۔ اگر معدنیات کی دریافت کے حوالے سے اگر کوئی منصوبہ تھا تو پھر بجٹ کم ہونے کی بجائے بڑھنا چاہیے تھا۔ رواں مالی سال وزارت معدنیات کو 260 ملین جبکہ ''کمپنی'' کو 12 سو ملین جاری کیے گئے جو ٹرانسپرنسی کے حوالے سے ایک بہت بڑا سوال ہے؟

معدنیات کی دریافت اچھی بات ہے اس سے صوبہ کی معیشت اور عوام کے معیار زندگی کو بہتر کرنے میں مدد مل سکتی ہے لیکن موجودہ حکمرانوں کو سرکاری کام پرائیویٹ کمپنیوں اور نجی مشیروں کی بجائے سرکاری محکموں کے ذریعے کرنا چاہئیں اور اگر محکموں میں مطلوبہ اہلیت نہیں تو اسکی استعداد کار بڑھانے پر توجہ دینی چاہیے تاکہ عوام کے خون پسینے کے جمع شدہ ٹیکسوں کی کمائی سے ان محکموں کے جو بھاری اخراجات ادا کیے جاتے ہیں اس کا ملک اور عوام کو کوئی فائدہ بھی پہنچ سکے۔ معدنیات کی کمپنی سمیت تمام کمپنیوں کی شرائط اور بجٹ اور ان کے بورڈ آف ڈائریکٹرز کی تفصیلات قوم کے سامنے لائی جائیں، تاکہ ان کی کارکردگی اور ان پر اٹھنے والے اخراجات کا پتہ چل سکے۔

نندی پور پاور پراجیکٹ

☆ ان تاجر حکمرانوں نے نندی پور پاور پراجیکٹ کا افتتاح کرتے وقت بھی کہا تھا کہ اب اندھیرے دور ہو نگے اور گھر روشنی سے چمکیں دمکیں گے مگر افتتاح سے لیکر آج تک نندی پور پاور پراجیکٹ بند پڑا ہے لیکن 3 7ارب روپے لاگت والے نندی پور پراجیکٹ کو 54ارب روپے میں مکمل کر کے خزانے کو اربوں روپے کا ٹیکہ لگا دیا گیا۔ نندی پور پاور پراجیکٹ کے نامکمل منصوبے کے افتتاح پر 16 کروڑ روپے کے اخراجات آئے تھے اور وزیراعظم اور وزیراعلیٰ کو جس افتتاحی دروازے سے گزارا گیا وہ 20 لاکھ روپے میں تیار ہوا اور آج کل وہی منصوبہ ایک ملائیشین فرم کو ٹھیکے پر دیا جارہا ہے کیونکہ حکومت اس منصوبہ کو چلانے کی اہلیت نہیں رکھتی۔ یہاں یہ سوال بھی اٹھتا ہے جو حکومت 100 میگاواٹ کے پلانٹ کو چلانے کے قابل نہیں وہ اس ملک کو اندھیروں سے کیسے نکالے گی۔

☆ ایک طرف جنوبی پنجاب کے درجنوں اضلاع کے عوام صاف پانی، تعلیم، صحت کی بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں۔ جنوبی پنجاب میں 22 ہزار کلو میٹر سڑکوں کا انفراسٹرکچر کھنڈرات میں بدل چکا ہے۔ 8 سال میں مرمت کیلئے بھی ایک پائی جاری نہیں کی گئی جبکہ دوسری طرف پسماندہ اضلاع کا یہ پیسہ صرف ایک ضلع لاہور کی خوبصورتی پر خرچ کیا جا رہا ہے۔ ان منصوبوں پر خرچ کرنے میں وزیراعلیٰ پنجاب جتنی دلچسپی لیتے ہیں کاش اس کا 10 فیصد بھی وہ عوام کے جان و مال کے تحفظ پر خرچ کرتے تو آئے روز دہشت گردی کے واقعات میں قیمتی جانیں ضائع ہونے سے بچ جاتیں۔

☆ پنجاب حکومت قیمتی وسائل صاف پانی، تعلیم اور صحت کی سہولتوں پر خرچ نہیں کرنا چاہتی۔ لاہور سمیت صوبہ بھر کی 80 فیصد آبادی صاف پانی، 38 فیصد آبادی تعلیم، 75 فیصد معیاری علاج اور 98 فیصد آبادی جان و مال کے تحفظ سے محروم ہے، جبکہ وزیراعلیٰ پنجاب لاہور کو جوائے لینڈ بنانے کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں۔ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور کے ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے 147 پرائمری، مڈل اور ہائی سکولوں کو نجی شعبے کے حوالے کیا جانا انتہائی تشویش ناک ہے۔ آئین کے آرٹیکل 25A کے تحت بچوں کو مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے، مگر ریاست یہ کام ٹھیکے پر دے رہی ہے جو خلاف آئین و قانون ہے۔ سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کی طرف سے سرکاری سکول نجی شعبے کو دیے جانے کا 15 سالہ غیر قانونی معاہدہ ختم کیا جائے اور قیمتی وسائل چیئر لفٹ جیسے عیاش منصوبوں میں ضائع کرنے کی بجائے تعلیم، صحت، عوام کے تحفظ اور انصاف کی فراہمی پر خرچ کیے جائیں۔

آئندہ بجٹ کیلئے تجاویز

پاکستان عوامی تحریک عوامِ پاکستان کو حقیقی خوشحالی سے بہرہ مند کرنے کے لئے اپنا ہر ممکن کردار ادا کرتی رہے گی۔ پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی خصوصی ہدایات پر عوامی تحریک نے پاکستان کے سب سے بڑے صوبے پنجاب کے آئندہ مالی سال کے بجٹ کیلئے تجاویز دی ہیں۔ تجاویز مرکزی صدر محترم ڈاکٹر رحیق عباسی اور صوبائی صدر محترم بشارت جسپال کی طرف سے میڈیا کو جاری کی گئیں۔ تجاویز دیتے ہوئے رہنماؤں نے کہا کہ

☆ گورننس بہتر بنانے کیلئے جنوبی پنجاب کو الگ صوبہ بنایا جائے۔

☆ مزدور کی کم سے کم تنخواہ 20 ہزار اور ملازمین کی تنخواہوں میں 50 فیصد اضافہ کیا جائے۔

☆ حکمران پنشنرز اور بچت سکیموں پر گزارہ کرنے والوں کو بھی انسان سمجھیں، بچت سکیموں میں مہنگائی کی شرح کے حساب سے اضافہ کیلئے صوبہ وفاقی حکومت سے مطالبہ کرے اور اراکین صوبائی اسمبلی اس حوالے سے قرارداد منظور کریں۔

☆ کسانوں کو سنٹر کی سطح پر قائم پروکیورمنٹ کمیٹیوں میں شامل کیا جائے اور چھوٹے کاشتکاروں کو ڈیزل بجلی پر خصوصی سبسڈی دی جائے۔

☆ گندم کی طرح چاول کی خریداری کیلئے بھی بجٹ مختص کیا جائے۔

☆ اتوار بازاروں اور رمضان بازاروں کے ڈرامے بند کر کے مستقل بنیادوں پر پنجاب فیئر پرائس شاپس کھولی جائیں۔

☆ برین ڈرینج روکنے کیلئے اعلیٰ تعلیم یافتہ نوجوانوں کو گریڈ 16 کے افسر کی بنیادی تنخواہ کے برابر ملازمت ملنے تک وظیفہ مقرر کیا جائے۔

☆ خواتین کو ٹیکسیاں اور رکشے دینے کی بجائے اعلیٰ تعلیم دی جائے۔

☆ امن کے فروغ اور مدرسوں کو قومی دھارے میں شامل کرنے کیلئے بجٹ رکھا جائے۔

☆ 100 ارب روپے سالانہ کا بجٹ استعمال کرنے والی پنجاب پولیس کی تنظیم نو اور اسے سیاست سے پاک کیا جائے۔

رہنماؤں نے کہا کہ ن لیگ نے پنجاب پر اپنے مسلسل 7 سالہ عہد اقتدار میں 6 ہزار ارب روپے استعمال کیے، اسکے باوجود عوامی خدمت کے کسی ایک شعبے میں بھی سو فیصد ہدف حاصل کرنے میں ناکام رہی۔ ناانصافی اور ظلم حد سے بڑھ گیا ہے۔ عدل کی شہبازی زنجیر ہلانے پر انصاف نہیں پولیس کے ڈنڈے حرکت میں آتے ہیں۔ کسانوں، کلرکوں، اساتذہ، لیڈی ہیلتھ ورکرز، مزدوروں، نابیناؤں کا سڑکوں پر آنا گورننس کی ناکامی ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب کو اپنا طرز حکمرانی تبدیل کرتے ہوئے وزراء، آئی جی پنجاب اور پٹواریوں کے اختیارات سرنڈر کر دینے چاہییں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب وزیر اعلیٰ لاہور کے طور پر سامنے آئے ہیں۔ اختیار اور وسائل کی مرکزیت کی گورننس ناکام ہو چکی۔ ن لیگ پنجاب اسمبلی کی متفقہ قرارداد کے باوجود جنوبی پنجاب کو الگ صوبہ نہیں بننے دے رہی۔ وزیر اعلیٰ سیلاب کے دنوں میں جنوبی پنجاب جاتے ہیں یا پھر اس وقت جب کوئی عرب شہزادہ شکار کیلئے آتا ہے۔ وہ کسی وقت وہاں کے انسانوں کو درپیش مشکلات کو قریب سے دیکھنے کیلئے بھی چند روز گزاریں۔

تجاویز میں کہا گیا کہ ن لیگ کے 8 سالہ عہد اقتدار میں عوام کا معیار زندگی گرا، فنانشل مس مینجمنٹ اور کرپشن بڑھی۔ تعلیم اور صحت کے حوالے سے ملینیم ڈویلپمنٹ گولز 2015ء کے حصول میں پنجاب حکومت بری طرح فلاپ ہوئی۔ سانحہ ماڈل ٹاؤن، سانحہ کوٹ رادھا کشن اور سانحہ یوحنا آباد سے عوام کا پولیس پر اعتماد ختم ہوا۔

تجاویز میں کہا گیا کہ پنجاب بھر میں یکساں ترقی و خوشحالی کیلئے جنوبی پنجاب سمیت مزید صوبے بنانے

کیلئے اقدامات کئے جائیں۔ پولیس کی تنظیم نو کی جائے اور اسے سیاسی مداخلت سے پاک کیا جائے۔ پولیس کی تربیت فوج سے کروائی جائے، اشتہاریوں کو گرفتار کرنے اور عدالتی امورنمٹانے کیلئے الگ یونٹ تشکیل دیے جائیں۔ پنجاب حکومت 225 ملین کی خطیر رقم سے وی وی آئی پیز کیلئے بم پروف گاڑیاں خریدنے کی بجائے یہ رقم عوام کے جان و مال کے تحفظ کیلئے استعمال کرے۔

تجاویز میں یہ بھی مطالبہ کیا گیا کہ وفاقی وزیر داخلہ نے وزیراعظم کو رپورٹ دیتے ہوئے پنجاب میں جن 95 کالعدم تنظیموں کی نشاندہی کی، انہیں پبلک کیا جائے تا کہ عوام ان تنظیموں اور انکے عہدیداروں سے دور رہ سکیں۔

سستے اور فوری انصاف کی فراہمی کے حوالے سے تجاویز دیتے ہوئے کہا گیا کہ قومی اسمبلی میں پیش کی جانیوالی ایک رپورٹ کے مطابق لاہور ہائی کورٹ میں 1 لاکھ 73 ہزار 37 اور ڈسٹرکٹ کورٹس میں 11 لاکھ 76 ہزار 6 سو 34 کیسز التوا کا شکار ہیں، لہذا فوری اور سستے انصاف کیلئے لاہور ہائی کورٹ کا بنچ ہر ضلع میں قائم کیا جائے۔ سیشن کورٹ کا دائرہ تحصیل تک اور 50 ہزار آبادی والے ہر شہر میں سول کورٹ قائم کی جائے، ہر ضلع میں مستحقین کیلئے مفت قانونی امداد کی فراہمی کیلئے لیگل ایڈ سیل بنائے جائیں۔

صحت کے شعبہ کے حوالے سے تجاویز دیتے ہوئے کہا گیا کہ صوبہ کے 600 بنیادی ہیلتھ مراکز میں نہ ڈاکٹرز ہیں نہ دوائی۔ یہاں فوری ڈاکٹرز تعینات کئے جائیں، ڈاکٹر ز کی 8 ہزار آسامیاں پُر کی جائیں۔ پنجاب میں ہر سال 25 ہزار کے لگ بھگ مائیں دوران زچگی وفات پا جاتی ہیں، ہر یونین کونسل کی سطح پر گائنی سنٹر ز بنائے جائیں۔ پنجاب میں 2700 شہریوں کیلئے ایک بیڈ کی سہولت ہے، صوبہ کے تمام سرکاری ہسپتالوں میں فوری طور پر دس ہزار بیڈز کی تعداد بڑھائی جائے۔

تعلیم کے شعبے کے حوالے سے تجاویز دیتے ہوئے کہا گیا کہ Annual Status of Education 2015 کی رپورٹ کے مطابق پنجاب میں پانچویں جماعت کے 46 فیصد بچے اردو نہیں پڑھ سکتے۔ وزیراعلیٰ پنجاب مقدار کی بجائے معیار پر توجہ دیں۔ تجاویز میں مطالبہ کیا گیا کہ پنجاب حکومت لاہور کے 147 سکولز جو ایک این جی او کے حوالے کر دیئے گئے فوراً واپس لے۔ وزیراعلیٰ پنجاب سرکاری پیسے سے میٹرو بس چلا سکتے ہیں تو سکول کیوں نہیں چلا سکتے۔

تجاویز میں فنانشل مینجمنٹ کو بہتر بنانے کا مطالبہ کیا گیا اور کہا گیا کہ آڈیٹر جنرل پاکستان کی 2014ء کی رپورٹ کے مطابق پنجاب کے 16 محکموں نے آڈٹ کے دوران 5 ہزار ملین کے اخراجات کا ریکارڈ پیش نہیں کیا۔ وزیراعلیٰ پنجاب نے آڈیٹر جنرل پاکستان کے 2012ء میں لکھے گئے خط کے باوجود ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کو دیے جانے والے 150 ارب کا آڈٹ نہیں کروایا۔ وزیراعلیٰ پنجاب نے ڈسٹرکٹ ناظمین کی کرپشن پر مبنی اشتہارات شائع کروائے۔ عوام جاننا چاہتے ہیں کہ لوٹا گیا کتنا پیسہ واپس لیا گیا اور کتنے ڈسٹرکٹ ناظمین کے خلاف کارروائی ہوئی؟۔۔۔تجاویز میں کہا گیا کہ پنجاب حکومت نے بجلی پیدا کرنے کے نام پر خزانے سے 30 ارب روپے لئے اور تاحال ایک یونٹ بجلی پیدا نہیں کی۔ عوام اس ناکامی کی وجوہات جاننا چاہتے ہیں۔

تجاویز میں مطالبہ کیا گیا کہ آٹے کی قیمتیں کنٹرول میں رکھنے کیلئے محکمہ خوراک کے ذمہ واجب الادا 100 ارب کے قرضے ادا کئے جائیں اور کسانوں سے انکی فصل کا دانہ دانہ خریدنے کیلئے پروکیورمنٹ کمیٹیوں میں خریداری سنٹر کی سطح پر کسان نمائندوں کو شامل کیا جائے۔

اگر ہمارے حکمران فی الواقع عوام کی خدمت کرنا چاہتے ہیں تو انہیں عوام کو اُن کے بنیادی حقوق اور ضروریات کی اشیاء ہر صورت فراہم کرنا ہوں گی۔ پاکستان عوامی تحریک اسمبلیوں میں موجود نہ ہونے کے باوجود عوام کے مسائل کو سامنے لاکر حقیقی اپوزیشن کا کردار ادا کرتی رہے گی۔

سانحہ ماڈل ٹاؤن: پاکستان عوامی تحریک فیصل آباد کی احتجاجی ریلی

17 جون سانحہ ماڈل ٹاؤن کے حوالے سے ظلم و بربریت کی وہ داستان ہے جس کی مثال پاکستان کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ سفاک حکمرانوں نے معصوم شہریوں کو شہید کرکے بربریت کی انتہاء کی۔ اس ریاستی دہشتگردی کا شکار ہونے والے 14 شہداء کے لواحقین اور پولیس کی گولیوں کا نشانہ بننے والے 100 سے زائد زخمی عدل و انصاف کے علمبرداروں سے سوال کرتے ہیں کہ آج اس سانحہ کو 9 ماہ سے زائد عرصہ گزرنے کے باوجود ابھی تک کسی بھی ملزم کو کیوں گرفتار نہیں کیا گیا؟ پنجاب حکومت اس سانحہ میں براہ راست ذمہ دار ہے۔ اگر پنجاب حکومت اس سانحہ میں ذمہ دار نہیں تو اپنی بنائی ہوئی جوڈیشل کمیشن کی رپورٹ کو کیوں آج تک شائع نہیں کیا؟ مشترکہ تحقیقاتی ٹیم (JIT) میں غیر جانبدارانہ افراد کو کیوں نہیں رکھا گیا؟ آرمی چیف کی مداخلت پر ایف آئی آر درج ہوئی اور انہوں نے انصاف دلانے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ اب ہم ان کے وعدہ پر عمل درآمد کے منتظر ہیں۔ اگر کراچی میں آپریشن ہوسکتا ہے تو سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ذمہ داروں کے خلاف آپریشن کیوں نہیں؟ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ذمہ داران کو کیفر کردار تک پہنچانے اور انصاف کے حصول تک ہماری جنگ جاری رہے گی۔

پاکستان عوامی تحریک فیصل آباد کے زیر اہتمام سانحہ ماڈل ٹاؤن کے حوالے سے پنجاب حکومت کے خلاف 24 مارچ 2015ء کو احتجاجی ریلی نکالی گئی۔ ریلی میں عوامی تحریک کے ہزاروں کارکنان اور مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے عوام نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ کارکنان ''خون کا بدلہ خون''، ''دیت نہیں قصاص''، ''قاتل حکمران نامنظور'' کے نعرے لگاتے رہے۔ احتجاجی ریلی سے صوبائی صدر محترم بشارت جسپال، محترم رانا طاہر، محترم رانا ادریس نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پنجاب کے موجودہ حکمران ہمارے 14 بے گناہ کارکنوں کے قاتل ہیں۔ جوڈیشل کمیشن نے بھی ماڈل ٹاؤن قتل و غارت گری کا ذمہ دار پنجاب حکومت کو ٹھہرایا۔ قاتل حکمرانوں اور قاتل پولیس کے نمائندوں پر مشتمل جے آئی ٹی قبول نہیں۔ ماڈل ٹاؤن قتل و غارت گری کے مرکزی کردار رانا ثناء اللہ کو ڈپٹی وزیراعلیٰ اور ڈاکٹر توقیر کو WTO میں سفیر بنا دیا گیا۔ پاکستان عوامی تحریک کے سربراہ ڈاکٹر طاہرالقادری کا شہداء کے خون کا قصاص لینے اور جے آئی ٹی کی تشکیل کے حوالے سے جو موقف پہلے روز تھا وہی آج ہے''۔

احتجاجی ریلی سے خطاب کرتے ہوئے محترم خرم نواز گنڈاپور نے کہا کہ سپریم کورٹ نے کوٹ رادھا کشن پر بننے والی پنجاب حکومت کی جے آئی ٹی کی رپورٹ اٹھا کر ردی کی ٹوکری میں پھینک دی اور نئی جے آئی ٹی بنانے کا حکم دیا، ہم اپنے 14 کارکنوں کی تفتیش شریف برادران کے نوکروں پر مشتمل جے آئی ٹی کے رحم و کرم پر کیسے چھوڑ دیں؟ ہم فوجی قیادت سے اپیل کرتے ہیں کہ تمام سیاسی جماعتوں کے اندر موجود عسکریت پسندوں کا صفایا کرنے کیلئے بلاتفریق آپریشن کیا جائے اور قومی ایکشن پلان کا دائرہ حکمران جماعت تک بڑھایا جائے۔ سب سے زیادہ جائز اور ناجائز اسلحہ ن لیگ کے پاس ہے اور سانحہ ماڈل ٹاؤن کا مقدمہ فوجی عدالت میں چلایا جائے۔ وزیراعلیٰ پنجاب نے اگر 17 جون کی صبح 9 بجے پولیس کو پیچھے ہٹنے کا حکم دیا تو پولیس پیچھے کیوں نہیں ہٹی اور اس پر انہوں نے کیا کارروائی کی؟ کیونکہ ساری شہادتیں صبح 11 بجے کے بعد ہوئیں۔ وزیراعلیٰ پنجاب بے گناہ ہیں تو پھر وہ غیر جانبدار جے آئی ٹی تشکیل دینے سے خوفزدہ کیوں ہیں اور سانحہ ماڈل ٹاؤن پر بننے والے جوڈیشل کمیشن کی رپورٹ شائع کیوں نہیں کرتے؟

دیگر مقررین نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر توقیر کو ماڈل ٹاؤن میں حکمرانوں کی خواہشات کے

مطابق خون خرابہ کروانے کے صلہ میں سفیر بنایا گیا۔ موجودہ جے آئی ٹی کے سربراہ وزیراعلیٰ کو سلیوٹ کرکے ملتے ہیں تو یہ غیر جانبدار کیسے ہوسکتی ہے۔ اس سے صاف واضح ہے کہ موجودہ JIT کی کوئی قانونی و اخلاقی حیثیت نہیں رہی۔ سیاسی مداخلت نے پنجاب پولیس کو بطور ادارہ تباہ کر دیا۔ آج عدالتوں سمیت کسی کو بھی پولیس پر اعتبار نہیں، اس کے ذمہ دار شریف برادران ہیں، جنہوں نے پولیس کو بدنام کرنے کے لئے اپنے غنڈوں کو بھرتی کیا ہوا ہے۔

منہاج القرآن علماء کونسل کے زیراہتمام سیمینار
’’انسداد دہشت گردی کے لیے علماء و مشائخ کی خدمات‘‘

منہاج القرآن علماء کونسل کے زیراہتمام ’’انسداد دہشتگردی کے لیے علماء و مشائخ اہلسنت اور بالخصوص شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی خدمات‘‘ پر سیمینار مرکزی سیکرٹریٹ لاہور میں منعقد ہوا۔ اس سیمینار میں محترم علامہ مفتی ارشد القادری پرنسپل جامعہ اسلامیہ رضویہ لاہور، محترم علامہ پیر سید عبدالقادر شاہ خطیب جامع مسجد راوی ریان شریف، محترم علامہ نعیم جاوید نوری صدر سنی اتحاد کونسل لاہور، محترم پیر سید سجاد ربانی، محترم خرم نواز گنڈا پور ناظم اعلیٰ تحریک، محترم علامہ سید فرحت حسین شاہ، محترم علامہ محمد حسین آزاد الازہری، محترم علامہ میر محمد آصف اکبر قادری اور کثیر تعداد میں علماء و مشائخ عظام نے شرکت کی۔

محترم علامہ ارشدالقادری نے سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ شیخ الاسلام نے ان تھک محنت کے بعد جس مقام پر تحریک کو پہنچا دیا ہے، اس کے نتیجہ میں وطن عزیز میں مصطفوی انقلاب کا سویرا جلد طلوع ہو گا۔ میں نے سینکڑوں تحریکوں کا مطالعہ کیا ہے اور وہی تحریک کامیاب ہوئی جس نے پانچ عناصر دعوت، تربیت، تنظیم، تحریک اور انقلاب کو اختیار کیا۔ تحریک منہاج القرآن انہی مراحل سے گزر کر آخری مرحلہ انقلاب میں داخل ہو چکی ہے۔ ڈاکٹر طاہرالقادری صاحب کے گزشتہ انقلاب مارچ کے موقع پر ہم نے حمایت کی تھی اور آئندہ بھی جاری رکھیں گے۔

محترم پیر سید عبدالقادر شاہ نے کہا کہ تحریک منہاج القرآن عشق مصطفیٰ ﷺ کی عالمگیر تحریک ہے۔ شیخ الاسلام کی کال پر ہم نے لبیک کہا، آئندہ بھی حلقہ سیفیہ پاکستان عوامی تحریک کی کال پر ہراول دستہ کے طور پر شریک ہوگا۔ شیخ الاسلام نے دہشت گردی کے خلاف فتویٰ جاری کر کے پوری دنیا میں مسلمانوں کے خلاف ہونے والی اس سازش کو بے نقاب کیا لیکن حکومتوں نے ذمہ داری کا ثبوت دینے کے بجائے ان دہشت گردوں سے تعاون کیا، جس سے دہشت گردی ایک ناسور بن چکی ہے۔

سیمینار سے محترم خرم نواز گنڈاپور، محترم مفتی محمد نعیم، ناظم منہاج القرآن علماء کونسل محترم سید فرحت حسین شاہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکومت قومی ایکشن پلان کو ناکام کرنے کے لیے دہشت گرد علماء و مدارس کے خلاف آپریشن کرنے کی بجائے ایمپلی فائر ایکٹ کے نام سے امن پسند اور دہشت گردی کے مخالف علماء و مشائخ کو نشانہ بنا رہی ہے اور بلاجواز گرفتاریاں کی جا رہی ہیں۔ پاکستان صوفیاء کرام اور امن پسند علماء نے بنایا ہے اور وہی اس کی حفاظت بھی کریں گے۔

عوامی تحریک یوتھ ونگ کے زیراہتمام آل پارٹی یوتھ امن سیمینار

مرکزی سیکرٹریٹ لاہور میں 27 مارچ 2015ء کو پاکستان عوامی تحریک یوتھ ونگ کے زیراہتمام آل پارٹی یوتھ امن سیمینار منعقد ہوا۔ اس سیمینار کی صدارت محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے کی۔ سیمینار میں صدر منہاج القرآن یوتھ لیگ محترم شعیب طاہر، پی ٹی آئی یوتھ ونگ کے مرکزی صدر محترم علی عباس بخاری، پیپلز سٹوڈنٹ فیڈریشن پنجاب

کے محترم موسیٰ کھوکھر، صوبائی سیکرٹری ایم ڈبلیو ایم محترم اصغر علی کمیلی، ڈائریکٹر یوتھ یونیورسل صوبائی کونسل محترم سلمان چودھری، سکھ کمیونٹی کے محترم گلاب سنگھ اور ہندو کمیونٹی کے محترم رندھاوا، یوتھ گورنر پنجاب اسمبلی محترم مدثر ریحان، جماعت اسلامی کے یوتھ رہنما محترم حافظ محمود احمد نے شرکت کی۔

سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے کہا کہ 67 فیصد ملکی یوتھ کی کیریئر کونسلنگ اور ہیومین ڈویلپمنٹ کیلئے کوئی بجٹ ہے نہ وزارت۔ زبانی جمع خرچ کا نتیجہ ہے کہ 67 فیصد نوجوان لا تعداد نفسیاتی مسائل کا شکار ہو چکے ہیں، دہشت گردی اور سنگین جرائم میں اضافہ نوجوانوں کی تربیت سے منہ موڑنے کا نتیجہ ہے۔ حکمران یوتھ کو اپنی سیاست کا ایندھن بنانے کیلئے صرف پرفریب سکیمیں دیتے ہیں۔ چنیوٹ کے زیرزمین مشکوک ذخائر کی دریافت پر بغلیں بجانے والے حکمران 67 فیصد یوتھ کے نایاب خزانے کو ذاتی مفاد پر مبنی سیاست کیلئے زنگ آلود کر رہے ہیں۔ یوتھ کو ان کے حصے کے مطابق وسائل، توجہ اور پالیسی سازی میں شامل کیے بغیر ملک خوشحالی کی پٹڑی پر چڑھے گا اور نہ ہی پائیدار امن قائم ہو گا۔ ظلم کے نظام کے خاتمے کیلئے پاکستان عوامی تحریک کے نوجوانوں نے انقلاب مارچ کا حصہ بن کر قابل فخر اور قابل تقلید مثال قائم کی ہے۔

پاکستان عوامی تحریک یوتھ ونگ کے مرکزی صدر محترم شعیب طاہر نے اس موقع پر پنجاب حکومت کی یوتھ سے متعلق بیڈ گورننس کے حوالے سے فیکٹ شیٹ پیش کی کہ 40 فیصد سکول بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں اور مفت اور لازمی تعلیم کی فراہمی کے قانون پر بھی عملدرآمد نہیں کیا جا رہا۔ پنجاب حکومت کے تعلیم کو ترقی دینے کے دعوے بیانات تک محدود ہیں۔ میلینم ڈویلپمنٹ گولز کے حصول میں بھی پنجاب حکومت کی کارکردگی شرمناک حد تک خراب ہے۔ پڑھے لکھے نوجوانوں کو کالی، پیلی ٹیکسیوں کا ڈرائیور بنایا جا رہا ہے۔

یوتھ سیمینار میں ایک متفقہ قرارداد بھی پاس کی گئی جس میں مطالبہ کیا گیا کہ

☆ نوجوانوں کی کیریئر کونسلنگ اور ہیومین ڈویلپمنٹ کیلئے الگ سے میکانزم تشکیل دیا جائے اور اس کیلئے ترقیاتی بجٹ کا ایک فیصد مختص کیا جائے۔

☆ چاروں صوبائی اسمبلیاں بھی یوتھ امپاورمنٹ اوران کی کونسلنگ کیلئے اپنے اپنے ڈویلپمنٹ بجٹ کا ایک فیصد مختص کریں۔

☆ برین ڈرینج روکنے کیلئے صوبائی حکومتیں اعلیٰ تعلیم یافتہ بیروزگار نوجوانوں کو گریڈ 16 کے مساوی وظیفہ دیں۔

☆ بلدیاتی انتخابات کے بروقت انعقاد کو یقینی بنانے کیلئے الیکشن کمیشن کو بااختیار بنایا جائے تاکہ نوجوانوں کی پالیسی سازی میں شمولیت بلاتعطل یقینی بنائی جا سکے نیز نوجوانوں کو ہر سطح پر پالیسی سازی میں شامل کیا جائے۔

مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ کے زیراہتمام امن کانفرنس

مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ کے زیراہتمام مرکزی سیکرٹریٹ پر ''امن کانفرنس'' کا انعقاد کیا گیا، جس میں ملک بھر سے 500 سے زائد طلبہ وطلبات نے شرکت کی۔ اس کانفرنس کے مہمان خصوصی چیئرمین سپریم کونسل منہاج القرآن انٹرنیشنل محترم صاحبزادہ حسن محی الدین قادری تھے، جبکہ دیگر مہمانوں میں محترم خرم نواز گنڈاپور، محترم شیخ زاہد فیاض، محترم میاں عمران مسعود (سابق صوبائی وزیر تعلیم)، محترم حنیف مصطفوی (سابق مرکزی صدر ایم ایس ایم)، محترم فرخ حبیب (مرکزی صدر انصاف سٹوڈنٹس فیڈریشن)، محترم مدثر حیدر (مرکزی سیکرٹری جنرل ISO)، محترم ارون کمار (نمائندہ ہندو

کمیونٹی)، محترم آصف عقیل (نمائندہ کرسچن کمیونٹی) شامل تھے۔ پروگرام کی صدارت مرکزی صدر ایم ایس ایم محترم چوہدری عرفان یوسف نے کی۔

تقریب کے مہمان خصوصی محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے خطاب کرتے ہوئے لفظ مصطفوی پر روشنی ڈالی اور مصطفوی کردار کی وضاحت قرآن و حدیث کی روشنی میں کرتے ہوئے کہا کہ مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ کا ہر نوجوان مصطفوی کردار کا حامل ہونا چاہیے۔ سٹیٹس کو کی طاقتیں پڑھے لکھے نوجوانوں کو قومی و سیاسی کردار ادا کرنے سے روک رہی ہیں۔ جاگیردارانہ سیاست بچانے والے ہر بار اقتدار میں اور ریاست بچانے والے جیلیں اور مقدمات بھگت رہے ہیں۔ ظلم اور استحصال کے اس نظام کو بدلنے تک پاکستان خوشحالی کی پٹڑی پر نہیں چڑھے گا۔

محترم میاں عمران مسعود نے اظہار خیال کرتے ہوئے قائد انقلاب ڈاکٹر طاہرالقادری کی امن کیلئے کی گئی کوششوں کو سراہا اور اس بات کا اعتراف کیا کہ جتنا کام امن کیلئے ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے کیا اس کی مثال دنیا میں کوئی بھی رہنما یا لیڈر پیش نہیں کرسکتا۔ ان سے فکری تربیت پانے والے نوجوانوں نے ظلم اور استحصال کے خاتمہ اور حقیقی جمہوریت کے قیام کیلئے انقلاب مارچ میں جرات، بہادری کی قابل فخر داستانیں رقم کیں۔ ماڈل ٹاؤن اور اسلام آباد میں دی جانیوالی قربانیاں ضائع نہیں جائیں گی۔ ڈاکٹر طاہرالقادری نے وطن عزیز کو کرپٹ لیڈر شپ کے شکنجے سے نجات دلانے کیلئے مضبوط بنیاد رکھ دی۔ انقلاب آ کر رہے گا کیونکہ معاشرہ میں ظلم بڑھ گیا ہے۔

محترم فرخ حبیب نے مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ کی دھرنے میں سرگرمیوں کو سراہتے ہوئے کہا کہ یہ ہمارے لیے ایک ٹریننگ سیشن تھا ہم نے ایم ایس ایم کے جوانوں سے 70 دنوں میں بہت کچھ سیکھا۔ انہوں نے کامیاب امن کانفرنس منعقد کرنے پر مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ کو مبارکباد پیش کی۔

محترم مدثر حیدر نے فرقہ واریت اور دہشت گردی کے خاتمے کیلئے ایم ایس ایم کے شانہ بشانہ چلنے کا اظہار کیا اور قائد انقلاب کی امن کیلئے کوششوں کو سراہا اور کانفرنس کے انعقاد پر مبارکباد پیش کی۔

محترم ارون کمار نے ہندو کمیونٹی کی نمائندگی کی اور قائد انقلاب کی بین المذاہب ہم آہنگی کیلئے کی گئی کاوشوں کو سراہا اور کہا کہ دہشت گردوں کا کسی مذہب سے کوئی تعلق نہیں۔ محترم آصف عقیل نے کرسچن کمیونٹی کی نمائندگی کی اور قائد انقلاب کے دہشت گردی کے خلاف دیے گئے فتوے کو سراہا اور کہا کہ اگر ایسی ہی سوچ تمام مذاہب کے نمائندوں میں ہو تو پوری دنیا میں امن کا قیام ممکن ہو جائے۔

مصطفوی سٹوڈنٹس موومنٹ کے صدر محترم عرفان یوسف نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عوامی تحریک اور تحریک منہاج القرآن کی فکر رکھنے والے نوجوانوں نے نظام بدلنے کیلئے جانی و مالی قربانیاں دے کر ثابت کر دیا کہ ریاستی ظلم اور تشدد انہیں حق گوئی اور جدوجہد سے نہیں روک سکتا۔

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے زیراہتمام اجتماعی شادیاں

منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے زیراہتمام لاہور میں 29 مارچ 2015ء کو شادیوں کی 11 ویں سالانہ اجتماعی تقریب منعقد ہوئی جس میں مسلم و غیر مسلم 23 جوڑے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ تقریب کے مہمانِ خصوصی چیئرمین سپریم کونسل محترم ڈاکٹر حسن محی الدین تھے۔ مہمانانِ گرامی میں سینئر سیاستدان محترمہ بیگم عابدہ حسین، امیر تحریک

محترم صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی، مرکزی سیکرٹری جنرل محترم خرم نواز گنڈاپور، پیر مہرہ شریف محترم شہزادہ ہمایوں پیرزادہ، ڈاکٹر محترم عابد عزیز، محترم شبنم ناگی ایڈووکیٹ، محترمہ آمنہ بخاری شامل ہیں۔ اس پروقار تقریب میں سیاسی، سماجی، دانشور شخصیات اور عوام الناس کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے محترمہ بیگم عابدہ حسین نے کہا کہ ڈاکٹر طاہرالقادری اور تحریک منہاج القرآن انسانیت کی خدمت کر رہے ہیں۔ دکھی انسانیت کو سہارا دینا اور انکے دکھ سکھ کا ساتھی بننا سب سے بڑی انسانی خدمت اور عبادت ہے۔

محترم ڈاکٹر حسن محی الدین القادری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہم مساوات محمدی کو نافذ کرنے کا ایجنڈا رکھتے ہیں۔ 18 کروڑ انسانوں کو موجودہ نظام نے معاشی اعتبار سے غلام بنا دیا ہے۔ پہلے ایک آقا اور ایک غلام ہوتا تھا، جس کی غلامی سے نجات کیلئے پیسے درکار ہوتے تھے مگر موجودہ نظام کے تحت ایک آقا ہے اور ہر شخص غلام ہے۔ اس غلامی سے نجات کا واحد راستہ انقلاب ہے۔ ہم ایسے منصف معاشرے کا قیام چاہتے ہیں جس میں کسی کو سانحہ ماڈل ٹاؤن جیسا ظلم کرنے کی ہمت نہ ہو سکے۔ قائد انقلاب کا سیاسی فلسفہ صرف ایک جملے میں اس طرح سے بیان کیا جا سکتا ہے کہ جو حقوق اور انصاف اور سہولتیں صاحب حیثیت طبقات کو میسر ہیں وہی سہولتیں غریب خاندانوں کو بغیر مانگے دستیاب ہوں۔

گوشہ درود (رپورٹ: صاحبزادہ محمد افتخارالحسن۔ منتظم گوشہ درود)

امت مسلمہ کا حضور نبی کریم ﷺ سے جو رشتہ غلامی اور تعلق حبی و عشقی کمزور ہوتا جارہا تھا اسے پھر سے مضبوط و مستحکم کرنے اور نسبتِ محمدی ﷺ کو مزید پختہ کرنے کے لئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے مرکز منہاج القرآن پر دسمبر2005ء میں گوشہ درود قائم کیا جہاں فرض نماز کے اوقات کے علاوہ 24 گھنٹے درود وسلام اور قرآن مجید کی تلاوت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ مرکزی گوشہ درود اور اس کے تحت چلنے والے حلقات درود وفکر کے ذریعے ماہ مارچ2015ء میں2ارب 29 کروڑ67لاکھ16ہزار648مرتبہ درود پاک پڑھا گیا اور ماہانہ مجلس ختم الصلوۃ علی النبی ﷺ (منعقدہ 2 اپریل2015ء بمقام صفہ ہال) میں آقا کریم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔ آج تک100ارب 33 کروڑ26لاکھ4ہزار451 مرتبہ درود پاک حضور تاجدار کائنات ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا ہے۔ گوشہ درود میں ہر دس دن کے بعد افراد گوشہ نشینی کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ وہ احباب نفلی اعتکاف کی نیت سے آتے ہیں اور انہیں نفلی روزہ بھی رکھوایا جاتا ہے۔ ماہ مارچ2015ء میں جو خوش نصیب گوشہ نشین ہوئے ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

رضوان ولایت (منڈی بہاوالدین)، حاجی عبدالرشید اعوان (اسلام آباد)، ڈاکٹر طارق ندیم قریشی (یو کے)، محمد رضوان قیوم (ہارون آباد)، محمد عرفان طاہر (لاہور)، حاجی محمد ارشاد (ہری پور ہزارہ)، محمد حسین (بہاول نگر)، میاں افتخار احمد (لاہور)، محمد سہیل خان قادری (میانوالی)، سہیل اعجاز قادری (اسلام آباد)، میاں اعجاز احمد خان بیٹو (پاکپتن شریف)، محمد شفیق (سانگلہ ہل)، محمد سعید (شکرگڑھ)، محمد دانش چشتی (بالاکوٹ)، محمد اسلم (چنیوٹ)

نوٹ: گوشہ درود میں گوشہ نشینی کے لئے آنے کے خواہشمند احباب درج ذیل نمبرز پر رابطہ کرسکتے ہیں:

☆صاحبزادہ محمد افتخار (منتظم) 0321-4282300 ☆سید مشرف علی شاہ (سربراہ) 0334-2624263

☆ علامہ محمد لطیف مدنی (کوآرڈینیٹر) 0300-4210023 آفس نمبر 042-35179463

تقریب کے منتظم اور منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے ڈائریکٹر محترم سید امجد علی شاہ نے سالانہ کارکردگی رپورٹ پیش کی اور فلاحی منصوبوں کے متعلق تفصیل سے آگاہ کیا۔

تحریک منہاج القرآن ہالینڈ کے صدر محترم ڈاکٹر عابد عزیز نے کہا کہ اس خوشیوں بھری تقریب میں آ کر ہر سال قائد انقلاب کی انسانیت کیلئے عملی کاوش کو دیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ تقریب دیکھ کر بے ساختہ دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو لمبی عمر اور صحت عطا فرمائے۔

ہر دلہن کو MWF کی طرف سے ڈیڑھ لاکھ روپے مالیت کا گھریلو سامان اور جیولری سیٹ کا تحفہ دیا گیا جبکہ ہر دولہا کو ایک گھڑی اور حق مہر کیلئے 5000 روپے کا تحفہ دیا گیا۔ ناظم منہاج القرآن علماء کونسل محترم علامہ سید فرحت حسین شاہ کی سربراہی میں علمائے کرام نے ہر جوڑے کا نکاح علیحدہ علیحدہ پڑھایا جبکہ مسیحی جوڑوں کی شادی کی رسومات محترم پاسٹر شاہد گل نے ادا کیں۔ آنے والی ہر بارات کا استقبال پاکستان عوامی تحریک اور تحریک منہاج القرآن کے قائدین نے کیا۔ 1500 سے زائد مہمانوں کی تواضع پرتکلف کھانے سے کی گئی۔

تقریب کے اختتام پر تحریک منہاج القرآن کے مرکزی امیر صاحبزادہ فیض الرحمٰن درانی نے دعائے خیر کرائی اور جہیز دلہنوں کے سرپرستوں کے حوالے کیا گیا۔

☆ <u>واہ کینٹ (راولپنڈی)</u>: منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے زیراہتمام شادیوں کی اجتماعی تقریب 22 مارچ 2015ء کو راولپنڈی واہ کینٹ میں منعقد ہوئی۔ جس میں 12 جوڑے رشتہ ازدواج میں منسلک ہوئے۔ اس تقریب میں محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، محترم خرم نواز گنڈا پور، مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل محترم سردار منصور خان، محترم نعیم سلطان کیانی، میڈیا کوآرڈینیٹر محترم غلام علی خان، محترم حسن ملک، محترم سیف الرحمان عطاری، محترم سیف اللہ، محترم سید گفتار حسین شاہ، امیر تحریک راولپنڈی محترم انار خان گوندل اور دیگر بھی موجود تھے۔ MWF کی طرف سے 12 دلہنوں کو فی کس لاکھوں روپے کی مالیت کا جہیز دیا گیا۔

اس تقریب سے خطاب کرتے ہوئے چیئرمین سپریم کونسل تحریک منہاج القرآن ڈاکٹر حسن محی الدین القادری نے کہا ہے کہ پاکستان نااہل اور کمزور سیاستدانوں کے نرغے میں ہے اس لیے سب کچھ ہونے کے باوجود ملک کا معاشی و سیاسی وقار کھو گیا ہے۔ ظالم حکمرانوں کو غریب عوام پر کئے جانے والے مظالم کا حساب دینا ہو گا۔ عوام دشمن نظام نے مہنگائی، بے روزگاری، غربت کے باعث پسے ہوئے طبقات پر زندگی تنگ کر دی، حکومتیں عوام کو ریلیف دینے کے لئے بنتی ہیں، لیکن پاکستان میں جو بھی حکومت بنی اس نے اپنوں کو نوازنے اور قومی دولت کی لوٹ مار کے سوا کچھ نہیں کیا۔ عسکری قیادت سے اپیل ہے کہ وہ سیاسی و معاشی دہشت گردوں کے خاتمے کے لئے بھی آپریشن کریں۔ شیخ الاسلام اور پاکستان عوامی تحریک اختیارات کی نچلی سطح تک منتقلی کے ذریعے عام آدمی تک اختیارات اور حقوق پہنچانا چاہتے ہیں۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن ڈاکٹر طاہرالقادری کی زیرسرپرستی میں دکھی اور سسکتی انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے سرگرداں ہے، کہیں نادار اور مستحق مریضوں کا علاج کروایا جاتا ہے، کہیں بیوگان میں سلائی مشینیں تقسیم کی جاتی ہیں۔ رمضان کے مہینے میں غریب اور مستحق افراد کو رمضان پیکج کی صورت میں ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔

پاکستان عوامی تحریک کے سیکرٹری جنرل محترم خرم نواز گنڈا پور نے کہا ہے کہ ڈاکٹر طاہرالقادری کا وژن پاکستان اور امت مسلمہ کو وقار و عزت دے گا۔ قائد انقلاب وہ واحد انقلابی لیڈر ہیں جو حالات کی نبض پر ہاتھ رکھ کر آنے والی

نسلوں کے مفادات اور ملک کے استحکام کیلئے فیصلے کرتے ہیں۔ پوری قوم کو اور دنیا کو امن و سلامتی دین کی فکری، علمی اور عملی رہنمائی دے رہے ہیں۔ عوامی سیاسی جدو جہد کے ساتھ ساتھ فلاح و بہبود کے منصوبے اپنی مثال آپ ہیں۔

محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے واہ کینٹ کی تنظیم کو اجتماعی شادیوں کی خوبصورت تقریب کے انعقاد پر خصوصی مبارک باد دی۔

ڈاکٹر حسن محی الدین القادری کا ''ورلڈ حلال سمٹ'' کوالالمپور ملائشیا میں خطاب

گذشتہ ماہ چیئرمین سپریم کونسل منہاج القرآن انٹرنیشنل ڈاکٹر حسن محی الدین القادری نے 2 اپریل 2015ء کو ''سکالرز فورم آف ورلڈ حلال سمٹ'' ملائشیا کوالالمپور میں خصوصی شرکت کی۔ اس موقع پر آپ نے ''بین الاقوامی تجارت اور اخلاقیات'' کے موضوع پر اسلامی تعلیمات کی روشنی میں خصوصی خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ بین الاقوامی تجارت اور بزنس میں اخلاقیات کے اصولوں کو مد نظر رکھنا از حد ضروری ہے۔ بزنس مین دیانتداری اور کوالٹی میں مستقل مزاجی کو اپنائیں۔ اسلام بزنس مین اور صارف دونوں کے حقوق کا خیال رکھتا ہے۔ ہمیں بزنس کی اسلامی اخلاقیات اور قدروں کو سمجھنا ہوگا۔ اسلامی معاشی اصولوں اور اخلاقیات کے معیار پر عمل کرتے ہوئے ہی صارف کی تسلی اور معیار کو برقرار رکھا جا سکتا ہے۔ اسلامی تجارتی اصولوں کے مطابق کسی بھی بزنس میں صارف کے اطمینان کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ کاروباری طبقہ کو اسلامی تجارت کی اخلاقیات باقاعدہ طور پر سکھائی جائیں۔ اسلام جیسے معتدل معاشی نظام کی مثال کسی دوسرے مذہب میں نہیں ملتی۔ اسلام نے مالک اور گاہک دونوں کے حقوق متعین کئے ہیں۔ اسلام کسی کے ساتھ نا انصافی نہیں اور منافع کی تقسیم کا عادلانہ نظام دیتا ہے جبکہ مدمقابل کا بزنس منفی ہتھکنڈوں سے خراب کرنیکی سختی سے ممانعت کرتا ہے۔

یورپین ممالک میں پاکستان عوامی تحریک کی تنظیم نو

گذشتہ ماہ سربراہ پاکستان عوامی تحریک قائد انقلاب ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے یورپ میں پارٹی کو دوبارہ فعال کرنے کے لئے درج ذیل آٹھ یورپی ممالک میں پاکستان عوامی تحریک کے صدور نامزد کیے ہیں:

☆ آسٹریا۔ محترم خواجہ محمد نسیم
☆ ڈنمارک۔ محترم محمد عامر فاروق
☆ اسپین۔ محترم محمد اقبال چوہدری
☆ فرانس۔ محترم چوہدری محمد اسلم
☆ یونان۔ محترم غلام مرتضیٰ قادری
☆ ناروے۔ محترم محمد افضل انصاری
☆ برلن، جرمنی۔ محترم غلام سرور مہر
☆ اٹلی۔ محترم چوہدری ساجد محمود

علاوہ ازیں درج ذیل کارکنان کو بھی مختلف ذمہ داریاں تفویض کی گئی ہیں:

☆ محترم چوہدری محمد اسلم (فرانس) نائب صدر منہاج یورپین کونسل (امور پاکستان عوامی تحریک)

☆ اراکین مجلس عاملہ منہاج یورپین کونسل۔ محترم محمد اقبال چوہدری، محترم محمد افضل انصاری، محترم چوہدری ساجد محمود

پاکستان عوامی تحریک کے نومنتخب صدور اپنے اپنے ممالک میں پاکستان عوامی تحریک کی تنظیم اور رکنیت سازی کے حوالے سے امور سرانجام دیں گے۔ امیر منہاج یورپین کونسل محترم پروفیسر حسن میر قادری، صدر محترم چوہدری اعجاز احمد وڑائچ، سیکرٹری جنرل محترم محمد بلال اوپل و دیگر عہدیداران نے نومنتخب صدور کو مبارک باد پیش کی اور امید ظاہر کی ''کہ وہ پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے، ملک میں حقیقی جمہوریت کے قیام، وہاں مقیم پاکستانیوں میں PAT اور قائد انقلاب ڈاکٹر طاہر القادری کے پیغام کی ترویج اور مشن کے فروغ کے لئے دن رات جدوجہد کریں گے۔

☆ (رپورٹ: نوید احمد اندلسی): منہاج یورپین کونسل کی تنظیم نو کے بعد پہلا باضابطہ اجلاس 6 سے 8 مارچ تک تین روز کے لئے سپین کے شہر بارسلونا میں منعقد ہوا۔ جس میں تمام منہاج یورپین کونسل کے ایگزیکٹیو ممبرز شریک ہوئے۔ اجلاس کے دوسرے دن منہاج القرآن انٹرنیشنل یورپ کے مختلف ممالک کے صدور اور سیکرٹری جنرلز کو مدعو کیا گیا۔ اجلاس کی صدارت منہاج یورپین کونسل کے صدر چوہدری اعجاز احمد وڑائچ نے کی، جبکہ خصوصی طور پر منہاج القرآن انٹرنیشنل سپین کی ای سی کے ممبران نے شرکت کی۔

اجلاس میں منہاج یورپین کونسل مختلف تنظیمی فورمز منہاج یوتھ لیگ یورپ، منہاج ویمن لیگ یورپ، منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن یورپ اور پاکستان عوامی تحریک یورپ نے اپنی کارکردگی رپورٹس پیش کرنے کے ساتھ آئندہ سال کے لیے منصوبہ جات بھی پیش کیے گئے، جن پر تفصیلی مشاورت اورشرکا کی تجاویز کے بعد منظوری دی گئی۔

منہاج یوتھ لیگ یورپ کے صدر چن نصیب اور سیکرٹری جنرل عمر مرزا، منہاج ویمن لیگ یورپ کی صدر محترمہ سمیرا فیصل اور سیکرٹری جنرل محترمہ طاہرہ فردوس، منہاج یورپین کونسل کے نائب صدر برائے پاکستان عوامی تحریک حاجی محمد اسلم، منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن یورپ کے صدر حافظ محمد اقبال اعظم اور سیکرٹری جنرل حاجی ارشد جاوید نے اپنے فورمز کی کارکردگی رپورٹس اور آنے والے سال کے حوالے سے نئے ورکنگ پلانز پیش کیے۔

اجلاس کے آخری حصہ میں منہاج یورپین کونسل کے صدر چوہدری اعجاز احمد وڑائچ اور سیکرٹری جنرل محمد بلال اوپل نے یورپ بھر سے آنے والے عہدیداران کا شکریہ ادا کیا، اجلاس کے سلسلہ میں احسن انتظامات کرنے پر منہاج القرآن انٹرنیشنل سپین کے صدر اور ان کی پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کی۔ مرزا محمد اکرم بیگ نے بھی تمام مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ تین دن تک جاری رہنے والے اس اجلاس کا آغاز جمعہ 6 مارچ جبکہ اختتامی سیشن اتوار 8 مارچ کو ہوا۔

نیلسن میں PAT کے زیراہتمام دہشت گردی کے خلاف سیمینار

دہشت گردی اور فتنہ خوارج کے حوالے سے پاکستان عوامی تحریک یوکے کے زیراہتمام نیلسن لینکا شائر میں 18 مارچ 2015ء کو ایک سیمینار کا اہتمام کیا گیا جس میں مقامی کمیونٹی اور مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے دو سو سے زائد افراد نے شرکت کی جن میں لوکل پولیس اور مختلف ایم پیز بھی شامل تھے۔ اس سیمینار کے انعقاد میں اہم کردار پاکستان عوامی تحریک یوکے کی کنوینئیر محترمہ سحرش اسماعیل نے ادا کیا۔

سیمینار میں بریڈفورڈ سے خصوصی طور پر ممبر پارلیمنٹ جارج گیلووے نے شرکت کی۔ جارج گیلووے نے اپنے لیکچر میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی ملک وقوم کے لیے خدمات اور خصوصی طور پر دہشت گردی کے خلاف آپ کے فتوی کو سراہتے ہوئے اپنے مثبت خیالات کا اظہار کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے سانحہ ماڈل ٹاؤن کی مذمت کی اور آج تک مجرموں کو کیفر کردار تک نہ پہنچانے پر افسوس کا اظہار کیا۔

پینڈل کے ممبر پارلیمنٹ محترم اینڈریو سٹیفسن نے پنجاب حکومت کی طرف سے ماڈل ٹاؤن میں خون کی ہولی کھیلنے کی شدید الفاظ میں مذمت کی اور امید ظاہر کی کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ذمہ داران ضرور اپنے انجام کو پہنچیں گے۔

نیلسن کے ممبر پارلیمنٹ محترم اظہر علی نے دہشت گردی کے مسئلے کو اجاگر کرنے کے لیے پاکستان عوامی تحریک UK کی کوششوں کو سراہا اور کہا کہ دہشت گردی ایک ایسا مسئلہ ہے جس نے دنیا بھر کو لوگوں کے ذہنوں پر اثر ڈالا ہے اور

ایسے سیمینا ر وقت کی اہم ضرورت ہیں۔

محترم عمر نوید نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ دہشت گردی ایک کینسر کی مانند ہے جسکا علاج اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کینسر زدہ حصہ کو کاٹ کر الگ نہ کر دیا جائے تاکہ سوسائٹی میں امن قائم رہ سکے۔

محترم ابو احمد الشیر ازی نے ڈاکٹر طاہرالقادری کے دہشت گردی کے خلاف فتوی پر تفصیلی روشنی ڈالی کہ اس وقت یہ فتوی دنیا کے بعض تعلیمی اداروں میں اسلام کے موضوع پر نصابی کتب میں بھی شامل ہے۔

پاکستان عوامی تحریک UK کی مرکزی کوآرڈینیٹر محترمہ مسز جبین نوید نے جہاد اور اس کے بارے میں پائی جانے والی غلط فہمیوں پر کہا کہ مغرب نے جہاد کے غلط مطلب اخذ کیے ہیں۔ جہاد اور دہشت گردی دو مختلف چیزیں ہیں۔ جب تک ہم ان کے حقیقی معنی سے نئی نسل کو روشناس نہیں کرائیں گے اس وقت تک شدت پسندی کا تدارک ممکن نہیں گا۔ ہارون راٹھور نے سامعین کا شکریہ ادا کیا اور ساتھ ہی پاکستان آرمی کو آپریشن ضربِ عضب کی کامیابی پر زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔

صوفی کانفرنس (ڈھاکہ، بنگلہ دیش) میں منہاج القرآن کے وفد کی خصوصی شرکت

بنگلہ دیش کے دارالحکومت ڈھاکہ میں طریقت فیڈریشن کے زیراہتمام بنگ بندھو ہال میں صوفی کانفرنس منعقد ہوئی، جس کی صدارت بانی طریقت فیڈرشن اور ممبر پارلیمنٹ محترم سید نجیب البشر الحسنی والحسینی نے کی، جبکہ مہمان خصوصی بنگلہ دیشی وزیراعظم محترمہ شیخ حسینہ واجد تھیں۔ کانفرنس میں منہاج القران انٹرنیشنل کے وفد نے منہاج القرآن برطانیہ کے صدر محترم افضل سعیدی کی سربراہی میں شرکت کی۔ کانفرنس کے پہلے سیشن سے خطاب کرنے والوں میں وزیراعظم محترمہ شیخ حسینہ واجد کے علاوہ بنگلہ دیشی پارلیمنٹ کے ممبر اور کانفرنس کے صدر محترم سید نجیب البشر، منہاج القران برطانیہ کے صدر محترم افضل سعیدی، فلسطین کے کونسلر محترم شاہد محمود، سیکریٹری درگاہ حضرت خواجہ غریب نواز شاہ صوفی محترم سید وحید حسین چشتی، حضرت خواجہ نظام الدین اولیا درگاہ شریف کے سربراہ محترم شاہ سید ناظم علی نظامی، ممبر پارلیمنٹ محترم ایم۔ اے۔ اول، ممبر پارلیمنٹ محترمہ سارا خاتون، محترم سید حبیب البشر، محترم سید طیب البشر، محترم سید مہتاب البشر اور محترم پیر غازی الحق شامل تھے۔ مقررین نے اسلام کے پیغامِ امن، محبت، مودت انسانی عظمت، تحمل، برداشت اور رحم کے بنیادی اصولوں کو عوام کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا کہ اسلام میں تشدد و بربریت، قتل و غارت گری اور خودکش حملوں کی کوئی گنجائش نہیں۔ صوفیاء کرام نے یہی پیغام دنیا میں عام کیا۔

منہاج القرآن برطانیہ کے صدر محترم افضل سعیدی نے محترمہ شیخ حسینہ واجد کو شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی کتاب دہشت گردی اور فتنہ خوارج تحفہ کے طور پر پیش کی، جو انہوں نے بخوشی قبول کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا۔

بانی طریقت فیڈریشن محترم سید نجیب البشر نے کہا منہاج القران انٹرنیشنل اور طریقت فیڈریشن دونوں تنظیمیں دنیا میں امن و محبت اور تعلیمات تصوف کو عام کرنے کا درس دے رہی ہیں۔ شیخ الاسلام اس زمانے کے مجدد ہیں، انکی اتباع میں ہماری کامیابی ہے، انکی فکر اور ہماری سوچ ایک ہی ہے۔ ہم سب کو انکے ساتھ مل کے منزل طے کرنے میں آسانی ہوگی۔ کانفرنس کے اختتام پر چیئرمین طریقت فیڈریشن نے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔

نیلسن میں PAT کے زیر اہتمام دہشت گردی کے خلاف سیمینار

صوفی کانفرنس (ڈھاکہ، بنگلہ دیش) میں منہاج القرآن کے وفد کی خصوصی شرکت

لاہور اور واہ کینٹ میں منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام اجتماعی شادیاں

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN
LAHORE

Regd CPL No.41

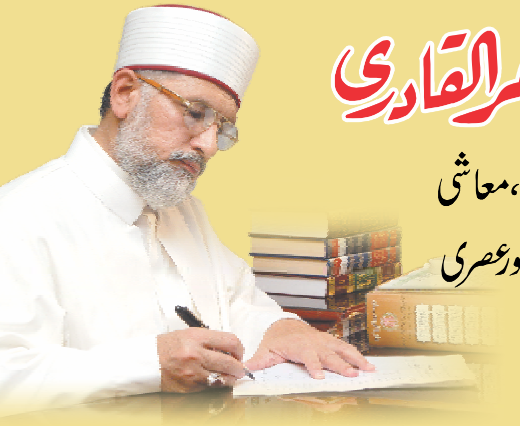

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کی اسلام کے علمی و عملی، اخلاقی، روحانی، تعلیمی، معاشی
اقتصادی، سائنسی، فقہی، قانونی، انقلابی، فکری اور عصری
موضوعات پر 470 سے زائد کتب